RNI No. - MAHURD/2011/49433

اهل السُّنَّة
Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

December 2024 | دسمبر ۲۰۲۴ء

ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت

صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کے سبق آموز واقعات

قرآن مجید سے حصول برکت کے اسباب ومواقع

تکبر شریعت کی عدالت میں

ایڈیٹر : کفایت اللہ سنابلی
ماہنامہ
نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمن سنابلی

Vol: 13 | Issue : 12 | Urdu-Monthly | Mumbai | December 2024 | Page 52 | Price: 40/-

شیخ صالح بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

کتاب طالب علم کے لئے اس کے جسم کے کسی عضو کی مانند ہے، طالب علم کی کتابیں اس کی وہ خلیات ہیں جن سے وہ زندہ رہتا ہے، یہ اس کی آنکھیں اور کان ہیں جنہیں کھو دینے سے اس کے علم میں کمی و کمزوری آتی جاتی ہے، آپ دیکھیں گے کہ جو شخص مطالعہ، علمی تحقیق اور پڑھنے میں کمی اور سستی برتتا ہے، وہ علمی طور پر کمزور ہوتا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ علم کو بھولتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چند سالوں بعد وہ جاہل اور اَن پڑھ ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابوں سے علم حاصل کرنا انتہائی اہم ہے، لہذا ایک طالب علم کے لئے کتابوں سے گہرا تعلق رکھنا بے حد ضروری ہے۔

(طالب العلم والكتب صـ١٩٧ - جامع الرسائل والدروس العلمية)

ترجمانی: ام محمد خوشنما مصلح الدین

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Ahlus Sunnah

Volume No.13, Issue No.12, December, 2024

جلد: ۱۳ | فی شمارہ Rs. 40/-

شمارہ: ۱۲ | سالانہ Rs. 400/-

دسمبر ۲۰۲۴ء

ماہنامہ

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی　　نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر : کفایت اللہ سنابلی　　رابطہ نمبر : 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی　　رابطہ نمبر : 7045788251

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبر شپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ :

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Ravi Printers, G/22, Shalimar Industrial Estate, Matunga Laber Camp, Matunga, Mumbai-400019,

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھل السنۃ
Ahl Us Sunnah

December 2024 | دسمبر ۲۰۲۴ء

فہرست

قدرت اور قانون	ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی	5
دوران وعظ خلاف شرع چیز پر نکیر کے وقت غصہ معیوب نہیں!	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	7
ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	9
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کے سبق آموز واقعات	ابو البیان رفعت سلفی	17
قرآن کی ایک آیت کے رسم الخط پر اشکال اور اس کا حل:	ابو عبد اللہ اشتیاق احمد سنابلی	25
شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ (قسط نمبر ۵)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	32
سوشل میڈیا کے فوائد و نقصانات	ابو عفیفہ فرقان جمیل رحمانی	39

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

قدرت اور قانون

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

اس دنیا میں شرک کی ابتداء بزرگوں کی شان میں غلو کرنے سے ہوئی، اللہ کے نبی ﷺ نے نہ صرف عام بزرگوں بلکہ خود اپنے بارے میں غلو کرنے منع فرمایا ہے۔[صحیح البخاری، رقم ۳٤٤٥]۔

لیکن افسوس کہ آج کے مسلمان بزرگان دین کی شان میں اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ انہیں ہر چیز پر قادر سمجھنے لگتے ہیں، جب ان سے کہا جائے کہ ہر چیز پر قدرت رکھنا اللہ کی صفت ہے تو جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو یہ قدرتیں بخشی ہیں، اور کیا اللہ ایسا نہیں کرسکتا، اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

مثلاً کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں بزرگ پانی پر تیر رہے تھے، فلاں بزرگ ہوا میں اڑ رہے تھے، فلاں بزرگ نے مردے کو زندہ کردیا، فلاں بزرگ فوت ہونے کے بعد بھی قبر سے سب کی امداد کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اب اگر ان سے کہا جائے کہ یہ ساری چیزیں ناممکنات میں سے ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ کیوں نہیں ہوسکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی باتوں پر قدرت نہیں دے سکتا؟ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے......!!!

دراصل یہ لوگ قدرت اور قانون کا فرق بھول رہے ہیں، اللہ تعالیٰ بے شک ہر چیز پر قادر ہے، ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔[۲/البقرۃ:۱٤۸]۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر چیز کرتا بھی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اصول اور قوانین ہیں، ان کے مطابق وہ فیصلے کرتا ہے۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِى قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا﴾

''اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے، تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلتا ہوا نہ پائے گا''۔

[٤۸/الفتح ۲۳]۔

ترمذی کی صحیح حدیث میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح سے کہا: تم جو چاہے مجھ سے مانگ سکتے ہو، انہوں نے کہا اللہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ پھر شہادت

پاؤں، اللہ نے جواب دیا: میں پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ یہاں آنے والے دوبارہ دنیا میں نہیں جا سکتے۔

جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ:

لَقِيَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لِي: يَا جَابِرُ مَا لِي أَرَاكَ مُنْكَسِرًا؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ اسْتُشْهِدَ أَبِي، وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا، قَالَ: أَفَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهِ أَبَاكَ؟ قَالَ: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: "مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، وَأَحْيَا أَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا. فَقَالَ: يَا عَبْدِي تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ قَالَ: يَا رَبِّ تُحْيِينِي فَأُقْتَلَ فِيكَ ثَانِيَةً. قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يُرْجَعُونَ. [ترمذی، رقم ۳۰۱۰ والحدیث صحیح]۔

رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے اور فرمایا: جابر! کیا بات ہے میں تجھے شکستہ دل دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول (ﷺ)! میرے والد شہید کر دیئے گئے، جنگ احد میں ان کے قتل کا سانحہ پیش آیا، اور وہ بال بچے اور قرض چھوڑ گئے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی بشارت نہ دوں جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ سے ملاقات کے وقت کہا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی سے بغیر پردہ کے کلام نہیں کیا (لیکن) اس نے تمہارے باپ کو زندہ کیا، پھر ان سے (بغیر پردہ کے) آمنے سامنے بات کی، کہا: اے میرے بندے! مجھ سے کسی چیز کے حاصل کرنے کی تمنا و آرزو کر، میں تجھے دوں گا، انہوں نے کہا: رب! مجھے دوبارہ زندہ فرما، تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ شہید کیا جاؤں، رب عزوجل نے فرمایا: میری طرف سے یہ فیصلہ پہلے ہو چکا ہے "أنهم إليها لا يرجعون" کہ لوگ دنیا میں دوبارہ نہ بھیجے جائیں گے۔

غور کریں! کیا اللہ کو اس بات پر قدرت نہیں ہے کہ شہداء کو دوبارہ دنیا میں بھیج دے؟ یقیناً اس پر قدرت ہے؟ لیکن یہ اللہ کا قانون نہیں ہے، معلوم ہوا کہ اللہ کے قوانین کے خلاف اگر کوئی بات کہی جائے تو قطعاً مکذوب ہے۔

کچھ لوگ اس ضمن میں معجزات کو بھی پیش کرتے ہیں، عرض ہے کہ معجزات کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ کے عام اصول وقوانین سے ہٹ کر کوئی چیز دکھائی جائے، عام زندگی میں معجزہ کی نظیر نہیں مل سکتی ورنہ معجزہ معجزہ نہیں رہ جائے گا، رہی بات کرامات کی تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے اصول وقواعد ہیں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں، تفصیل کے خواہشمند، "شریعت وطریقت": از عبدالرحمٰن کیلانی کا مطالعہ کریں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لیکن ہر چیز کرنا اس کا کام نہیں ہے، لہٰذا جو بات اللہ کے قوانین کے خلاف پیش کی جائے گی وہ چیز جھوٹی اور من گھڑت تسلیم کی جائے گی۔

درس حدیث

دوران وعظ خلاف شرع چیز پر نکیر کے وقت غصہ معیوب نہیں!

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عَنْ اَبِی مَسْعُودٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ: قَالَ رَجُل: یَا رَسُولَ اللّٰہِ، لَا اَکَادُ اُدْرِکُ الصَّلَاۃَ مِمَّا یُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ، فَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی مَوْعِظَۃٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْ یَوْمِئِذٍ، فَقَالَ: "اَیُّھَا النَّاسُ، اِنَّکُمْ مُنَفِّرُونَ، فَمَنْ صَلَّی بِالنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِیھِمُ الْمَرِیضَ وَالضَّعِیفَ وَذَا الْحَاجَۃِ". [صحیح البخاری: ۹۰]

ترجمہ: ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا، یا رسول اللہ! فلاں شخص لمبی نماز پڑھاتے ہیں اس لیے میں (جماعت کی) نماز میں شریک نہیں ہو سکتا (کیونکہ میں دن بھر اونٹ چرانے کی وجہ سے رات کو تھک کر چکنا چور ہو جاتا ہوں اور طویل قرأت سننے کی طاقت نہیں رکھتا) (ابو مسعود راوی کہتے ہیں) کہ اس دن سے زیادہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران اتنا غضبناک نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو! تم (ایسی شدت اختیار کر کے لوگوں کو دین سے) نفرت دلانے لگے ہو۔ (سن لو) جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور حاجت والے (ہر قسم کے لوگ) ہوتے ہیں"۔

راوی کا تعارف:

(۱) ان کا نام عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الہذلی ہے، کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔

(۲) اسلام کے آغاز میں ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(۳) کہا جاتا ہے اسلام قبول کرنے والوں میں چھٹے نمبر پر یہی ہیں۔

(۴) "صاحب النعلین" کے لقب سے صحابہ کے مابین معروف تھے۔

(۵) نبی اکرم ﷺ کے خاص ترین لوگوں میں سے تھے۔

(۶) دو بار انہوں نے ہجرت کی۔

(۷) غزوۂ بدر اور کئی ایک غزوات میں شریک رہے۔

(۸) ان سے بسند صحیح روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے براہ راست ستر سورتیں سیکھی ہیں۔

(۹) سیرت اور عادت واطوار میں یہ نبی کے مشابہ تھے۔

(۱۰) صحابۂ کرام میں کبار علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

(۱۱) فتح شام میں شریک تھے اور کوفہ میں قاضی بھی رہ چکے ہیں۔

(۱۲) مدینہ میں ۳۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع الغرقد میں انہیں دفن کیا گیا، اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔

(۱۳) ان سے ۸۴۸ حدیثیں مروی ہیں، جن میں ۶۴ حدیثیں متفق علیہ ہیں، ۲۱ حدیثیں صحیح بخاری میں ہیں، ۳۵ حدیثیں صحیح مسلم میں ہیں۔

(۱۴) صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی تعداد نے ان سے روایت کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: [الإصابة: ج: ۲، ص: ۳۶۸، ۳۷۰، الاستیعاب لابن عبد البر۔ مستفاد: مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ۱/۱۲۱۔۱۲۲]

مسائل:

(۱) غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریقہ یہ بھی ہے کہ نام لیے بغیر عمومی انداز میں اس غلطی کی نشاندہی کردی جائے اور جو اصولی بات ہو وہ بیان کردی جائے۔

(۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمۂ مساجد کو اپنے مقتدی حضرات کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ امام کا اس قدر لمبی قرأت کرنا جس میں بیماروں، کمزوروں اور ضرورت مندوں کا لحاظ نہ ہو، حکم رسول کی خلاف ورزی ہے۔

(۳) کسی ذمہ دار یا افسر کی شکایت اس سے بالاتر شخصیت کے سامنے پیش کرنا غیبت میں شامل نہیں ہے۔

(۴) دوران نصیحت خلاف شرع چیز پر نکیر کے وقت غصہ کا اظہار شریعت کی نظر میں معیوب نہیں ہے۔

(۵) رسول ﷺ کا اپنی امت کے ساتھ رفقت ونرمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز مختصر پڑھانا مستحب ہے۔

(۷) دینی معاملہ یا کوئی بھی اجتماعی معاملہ ہو، جس میں طاقتور کے ساتھ کمزور بھی شریک ہوں، وہاں پر کمزوروں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆

ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

دسویں صدی سے پہلے ہندوستان میں باقاعدہ طور پر حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے کا اہتمام اس طرح نا تھا جیسا کہ دسویں صدی کے بعد میں ہوا ہے، کیونکہ دسویں صدی سے پہلے حدیث کی کتابیں درس نظامی میں نہیں پڑھائی جاتی تھیں بلکہ منطق، فلسفہ اور فارسی، فقہ وغیرہ کی کتابیں میں شامل تھیں، اور اگر مشکاۃ اور موطا وغیرہ کوئی اس زمانہ میں پڑھتا بھی تھا تو برکت کے لیے نا کہ سمجھنے اور عمل کرنے کے لیے، گویا کہ ہندوستان میں علم حدیث کو فروغ دسویں صدی ہجری سے ملا ہے۔

اس وقت حجاز میں حافظ محمد بن عبدالرحمان سخاوی (ت ۹۰۲ھ) کا مسند درس بچھا ہوا تھا، چنانچہ ان کے بعض تلامذہ نے ہندوستان میں حدیث کی شمع اپنی حد تک روشن کرنے کی کوشش کی، علامہ سخاوی کے انتقال کے بعد ابن حجر مکی ان کی جگہ پر بیٹھتے ہیں، ہندوستان سے لوگ ان سے حدیث پڑھنے کے لیے جاتے ہیں، جن میں قابل ذکر شیخ علی متقی رحمہ اللہ ہیں، خدمت حدیث کے تئیں انہوں نے جو کتابیں مرتب کی ہیں ان کے نام ہیں:

۱۔ کنز العمال فی سنن الاقوال

۲۔ منہج العمال فی سنن الاقوال

۳۔ غایۃ العمال فی سنن الاقوال

۴۔ مستدرک العمال فی سنن الاقوال

(کنز العمال فی سنن الاقوال آپ کی مشہور کتاب ہے، یہ کتاب آپ نے ۱۴ سال میں مکمل کی ہے)۔

گیارہویں صدی:

اس صدی کے محدث شاہ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) ہیں، یہ پہلے حجاز کا سفر کرتے ہیں اور وہاں کے علماء سے حدیث پڑھتے ہیں، اس کے بعد واپس آکر ہندوستان میں مشکاۃ کی دو شرحیں لکھتے ہیں۔ ایک عربی میں ''لمعات التنقیح'' اور دوسری فارسی میں ''اشعۃ اللمعات''۔ پھر اس وقت سے حدیث کا اہتمام تھوڑا بہت رواج پاتا ہے، پر مشکل یہ تھی کہ یہ حنفی تھے اس وجہ سے احادیث کی شرح اس انداز میں کرتے جس سے مذہب حنفی کی تائید ہو۔ اور بعض احادیث کی ایسی تاویل کرتے جس سے ان کے مذہب کی مخالفت نہیں ہوتی۔

(یہی وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے سفر حجاز سے واپس آتے ہوئے کتب ستہ ساتھ میں لاتے ہیں)۔

بارہویں صدی میں علم حدیث کی اشاعت:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ) (۱)

یہ زمانہ تقلید، بدعت اور صوفیت کا زمانہ تھا، ایسے زمانہ میں لواء سنت کو بلند کرنا بڑا کٹھن کام تھا لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بڑی جدو جہد اور حکمت کے ساتھ اس عظیم فریضہ کو انجام دیتے ہیں، سب سے پہلے یہ ۱۱۴۳ھ میں حرمین کا سفر کرتے ہیں، اور وہاں دوسال تک ٹھہر کر وہاں کے علماء سے استفادہ کرتے ہیں، وہاں ان کے مشہور اساتذہ میں ابو طاہر الکردی المدنی ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے اپنے اساتذہ کا ذکر اپنی فارسی کی کتاب ''انسان العین فی مشایخ الحرمین'' میں کیا ہے۔ حرمین کے اساتذہ سے استفادہ کے بعد انہوں نے بطور خاص ابن تیمیہ کی کتابوں کا بھی مطالعہ بھی کیا ہے۔ مثلاً منہاج السنۃ، رفع الملام عن الائمۃ الاعلام وغیرہ۔

۱۱۴۵ھ میں وہاں سے واپس آکر ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں قیام کرتے ہیں، اس کے بعد انہیں یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ علم حدیث کو یہاں کیسے عام کیا جائے اور حدیث کی تدریس کا کیا طریقہ کار ہو، چنانچہ خدمت حدیث کے باب میں سب سے پہلے یہ مؤطا (بروایت یحیٰی بن یحیٰ اللیثی) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی دو شرحیں لکھتے ہیں، ایک مطول اور اور ایک مختصر، مطول شرح فارسی میں جس کا نام ہے ''المصفی'' اور عربی میں مختصر شرح بنام ''المسوی''۔ خاص کر کے انہوں نے فارسی والی شرح میں حدیث کی تصحیح وتضعیف میں محدثین کا طریقہ اپنایا ہے اور فقہی مسائل میں کسی بھی مسئلہ کو انہوں نے راجح دلیل کی بنیاد پر کہا ہے۔ اس شرح کے اندر انہوں نے ۸۰ فیصد مسائل میں مذہب حنفی کی مخالفت کی ہے۔ گویا ان کا مقصد اصلا کتاب وسنت پر عمل کی دعوت دینا تھا۔ ایسے ہی انہوں نے اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ میں حدیث کی کتابیں بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ درس نظامی میں شامل کیا۔ ۱۱۷۶ھ میں ان کا انتقال ہوتا ہے۔

انہوں نے وفات سے پہلے اپنی وصیت میں محدثین ہی کے منہج کو اپنانے کی دعوت دی تھی۔ ان کا وصیت نامہ ''المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ'' کے نام سے اہل علم کے یہاں مشہور ہے۔

ان کی تصنیف کردہ کتابوں میں سے بڑی مشہور کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' ہے۔ یہ بہت ہی شاندار کتاب ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ اصول وقواعد پر مبنی ہے اور دوسرا حصہ احادیث نبویہ میں تشریح کی حکمت کا بیان

ہے،اس کتاب کا جو پہلا حصہ ہے اس میں منجملہ ابواب میں سے ایک باب یہ بھی ہے ''باب الفرق بین اہل الحدیث و اہل الرأی'' ایسے ہی مذاہب اربعہ کے عام ہونے کی تاریخ، دین میں بدعت کیسے داخل ہوئی،اس کتاب کی تالیف کا مقصد تھا لوگوں کو کتاب وسنت سے قریب کرنا۔

''باب الفرق بین اہل الحدیث واہل الرأی'' پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

انہی کے نقش قدم پر ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز بھی چلے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم دین تھے،مختلف فنون میں مہارت بھی رکھتے تھے،ان کی بھی کئی ساری مؤلفات ہیں۔جن میں مشہور کتاب ان کی ''التحفة الإثنى عشرية'' (بالفارسية: تحفه اثنى عشريه) ہے، روافض کے رد میں یہ ایک اہم کتاب ہے،افسوس اس کتاب کا مناسب اور مکمل ترجمہ اب تک نہیں ہوسکا۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کتب حدیث کا اہتمام کیا،مراتب کتب حدیث کو بیان کیا اور کتب حدیث کے طبقات کو بھی بیان کیا۔اس باب میں انہوں نے دو کتابیں تصنیف فرمائیں ''بستان المحدثين'' اور دوسری کتاب ''العجالة النافعة'' دوسری والی کتاب مصطلح الحدیث اور اسماء وکنیٰ کے ضبط پر ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی وفات کے بعد سے لے کر اپنی زندگی کی آخری سانس تک (۶۰ سال) تک طلباء کو پڑھاتے رہے،ان کے مشہور ترین شاگرد شاہ اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ ہیں۔شاہ عبدالعزیز کے بعد ان کے منصب پر یہی آتے ہیں،شاہ اسحاق کے تلامذہ میں بعض اہل حدیث تھے تو بعض حنفی۔جیسے عبدالغنی دہلوی جن کی وفات ۱۲۹۶ھ ہے،اخیر عمر میں وہ مدینہ ہجرت کر گئے۔ شاہ عبدالغنی کے شاگردوں میں سے کئی ایک علماء دیوبند میں سے بھی ہیں،مثلا رشید احمد گنگوہی ،مولانا قاسم نانوتوی وغیرہم ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو دیوبند کے بانیان میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اہل حدیث تلامذہ میں سرفہرست اور سب سے لائق وفائق شاگرد علامہ نذیر حسین محدث دہلوی ہیں۔

(لوگوں نے میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ پر جہاں بہت سارے الزامات لگائے وہیں پر ایک مسئلہ لوگوں نے حضرت شاہ اسحاق سے میاں صاحب کی شاگردی کا بھی اٹھایا۔چنانچہ قاضی عبدالرحمان پانی پتی نے پوری ایک کتاب بنام ''كشف الحجاب'' لکھ ڈالی۔پھر اس کا جواب مولانا سعید احمد بنارسی نے بنام ''هداية المرتاب برد مافي كشف الحجاب'' لکھ کر جواب دیا۔(میاں نذیر حسین محدث دہلوی چند الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص:۱۲)

میاں نذیر حسین محدث دہلوی (۱۲۲۰-۱۳۲۰ھ) (۲)

شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ۱۲۵۸ھ میں حجاز جانے کے بعد شیخ الکل فی الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی (۱۲۲۰-۱۳۲۰ھ) ان کا مسند درس سنبھالتے ہیں۔تقریباً ۶۲ سال تک یہ حدیث کا درس دیتے رہے۔ ہند اور بیرون ہند سے ہزاروں طلبہ نے ان سے کسب فیض کیا،میاں صاحب کے یہ شاگرد جہاں جہاں گئے، وہاں انہوں نے علم حدیث کو عام کیا۔

نجد سے جن لوگوں نے آکر ان سے علم حدیث حاصل کیا ان میں سعد بن حمد بن عتیق، علی بن ناصر آل وادی وغیرہم ہیں۔

ہندوستانی تلامذہ میں سے صرف سات کا تذکرہ یہاں پر کیا گیا ہے۔

۱۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (۳)

۲۔ مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (۴)

۳۔ عبدالرحمان محدث مبارکپوری (۵)

۴۔ عبدالسلام مبارکپوری (۶)

۵۔ مولانا ابراہیم آروی (۷)

۶۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی (۸)

۷۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہم ہیں۔(۹)

(ان تلامذہ پر سرسری نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان میں سے کسی نے ادارہ قائم کیا، کسی نے حدیث کی عظیم شروحات ترتیب دیں، کوئی اپنے وقت کا عظیم مناظر بنا، کسی نے امام بخاری اور ان کی صحیح کے دفاع میں کتاب تصنیف کر کے معترضین کا منہ بند کیا۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی (۱۸۳۲-۱۸۹۰ء) (۱۰)

ہندوستان میں اشاعت حدیث کے باب میں نواب صاحب کی بھی خدمات کا دائرہ بھی بڑا وسیع ہے، نواب صاحب نے خدمت حدیث کے لیے کئی طریقہ اپنایا۔مثلاً یمن کے دو بڑے علماء (شیخ حسین بن محسن الیمانی الانصاری المتوفی ۱۳۲۷ھ اور ان کے بھائی زین العابدین بن محسن الانصاری، یہ دونوں علامہ شوکانی کے شاگرد کے شاگرد ہیں) کو اپنے یہاں خدمت حدیث کے لیے بلایا اور ان کے لیے ساری چیزوں کا بندوبست کیا، حدیث کی تدریس کے لیے

وسائل فراہم کئے، حفظ حدیث کے مسابقہ کا اہتمام کیا، نشر کتب کے لیے مطابع کا قیام، کتب حدیث کے اردو زبان میں تراجم، فری کتابوں کی تقسیم، نادر و نایاب علمی کتابوں کی طباعت کا خصوصی اہتمام، خود کو تصنیف و تالیف کے لیے فارغ رکھ کر ڈھائی سو سے زائد کتابیں لکھیں۔

تصنیف و تالیف اور تخریج حدیث:

سنت کی نشر و اشاعت کا ایک طریقہ تصنیف و تالیف بھی ہے، جس میں حدیث کی شروحات، تعلیقات اور حواشی وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام پہلوؤں پر علماء اہل حدیث اور علماء حنفیہ دونوں نے بھی کام کیا ہے۔

(احناف اور علماء اہل حدیث دونوں کا طریقہ کار بالکل مختلف آپ کو ملے گا، علماء اہل حدیث نے محدثین کے طریقہ پر کاربند رہ کر پورا کام کیا ہے اور علماء احناف نے اس سے ہٹ کر کے سارا کام کیا ہے۔

علماء اہل حدیث کی چند شروحات کا تذکرہ:

عون الباری لحل ادلة البخاری (نواب صدیق حسن خاں قنوجی)

السراج الوهاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج (شرح مختصر صحیح مسلم للحافظ المنذری) نواب صدیق حسن خاں قنوجی

تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی (عبدالرحمان محدث مبارکپوری)۔

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد (شمش الحق عظیم آبادی)

سنن دارقطنی کی شرح ء"التعلیق المغنی" (شمش الحق عظیم آبادی)

مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (عبیداللہ الرحمانی المبارکفوری)

التعلیقات السلفیه علی سنن النسائی (محمد عطاءاللہ بھوجیانوی)

ان کے علاوہ سنت کی نشر و اشاعت کے تیئں سینکڑوں کتابیں علماء اہل حدیث کی موجود ہیں۔ جن کا ذکر یہاں پر طوالت کا باعث ہے۔

علماء حنفیہ میں صحیح بخاری پر احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ کافی مشہور ہے۔

ہمارے یہاں ہندوستان میں صحیح بخاری کا جو مطبوع نسخہ دو جلدوں میں متداول ہے اس پر حاشیہ احمد علی سہارنپوری ہی کا ہے۔ اسی طرح انور شاہ کشمیری کی طرف منسوب صحیح بخاری کی ایک شرح بنام "فیض الباری فی شرح صحیح البخاری" بھی ہے۔ یہ شرح چار جلدوں میں ہے۔ اسی طرح یہ شرح ان کے دروس کا مجموعہ ہے جسے ان

کے شاگردوں نے جمع کیا ہے۔

اشاعت حدیث کے منجملہ طریقوں میں سے ایک طریقہ کتب احادیث کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنا بھی ہے۔ چنانچہ اس میدان میں بھی علماء سلف نے کافی کام کیا ہے۔ علامہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی نے شیخ وحید الزماں حیدرآبادی (جو اصلاً لکھنؤ کے رہنے والے تھے، حیدرآباد میں مقیم تھے، میاں صاحب کے شاگرد بھی تھے۔کو حکم دیا اور انہوں نے کتب ستہ میں ترمذی کو چھوڑ کر بقیہ پانچ کتابوں کا ترجمہ کر ڈالا۔ ایسے ہی بعد کے علماء نے اس سلسلہ کو برقرار رکھتے ہوئے دیگر حدیث کی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا۔ مثلاً بلوغ المرام، مشکاۃ المصابیح، ریاض الصالحین اور اربعین نوویہ وغیرہ۔

تشکیک رتخفیف فی الحدیث اور انکار سنت پر ان کی خدمات:

دور جدید کے بڑے فتنوں میں سے انکار سنت اور تشکیک فی الحدیث کا بھی فتنہ ہے، ان دونوں فتنوں کی بھی علماء سلف نے خوب جم کر تردید کی اور ہر محاذ پر ان کی سرکوبی کے لیے کھڑے رہے۔ کئی ایک کتابیں بھی اس باب میں لکھیں۔ مثلاً

صیانہ الحدیث. عبدالرؤف رحمانی

منزلة السنة. محمد اسماعیل سلفی

اس کے علاوہ سینکڑوں مقالات اور کتابیں اشاعت سنت سے متعلق علماء سلف نے تحریر فرمائیں، جو مختلف اخبارات وجرائد کی زینت بنے اور مختلف مطابع سے شائع ہوئے۔

برصغیر کے علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث کا اعتراف علماء احناف اور دیگر علماء کی زبانی:

شیخ عبدالعزیز الخولی کہتے ہیں: ''ہمارے اس دور میں کسی بھی اسلامی ملک میں مسلمانوں نے علم حدیث کی طرف کما حقہ توجہ نہ کی سوائے ہندوستان کے کہ وہاں ایسے حفاظ حدیث واساتذہ حدیث موجود ہیں جو تیسری صدی ہجری کے طرز پر پابندیٔ مذہب سے آزاد درس حدیث دیتے ہیں، اور حسب ضرورت نقد روایات سے بحث کرتے ہیں، ان لوگوں نے حدیث کی بہت سی نادر ونایاب اور بیش قیمت کتابیں بھی شائع کی ہیں، جن کی طرف اگر انہوں نے توجہ نہ کی ہوتی تو اب تک وہ ضائع ہوگئی ہوتیں''۔

علام سید رشید رضا مصری کہتے ہیں: ''ہندوستان کے علماء اہل حدیث نے حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید یہ علم مشرق کے ممالک سے مٹ جاتا، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں

صدی ہجری سے یہ علم زوال کی طرف ہے‘‘۔

برصغیر کے علماء نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔اور وہ جو مسلکاً اہل حدیث نہ بھی تھے انہوں نے بھی اشاعت حدیث میں ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔مثلاً علامہ سید سلیمان ندوی، مسعود عالم ندوی وغیرہم۔تفصیل کے لیے دیکھیں: (مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی: ج:۳،ص:۱۱۔۴۴)

حواشی وتوضیحی نوٹس (آفاق احمد):

نوٹ: اس مضمون کا اکثر حصہ علامہ عزیر شمس رحمہ اللہ کے ایک انٹرویو بنام ’’دور علماء الحدیث فی الھند فی حفظ السنۃ النبویۃ‘‘ (یوٹیوب پر یہ انٹرویو موجود ہے اور تحریری شکل میں بھی یہ انٹرویو اسی نام سے موجود ہے) سے مستفاد ہے، کہیں کہیں اضافہ بھی کیا گیا جس کی نشان دہی کے لیے اس اضافہ شدہ بات کو بریکٹ میں کر دیا گیا ہے۔

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیں:

(۱) شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ،مولانا حکیم محمود احمد برکاتی

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شخصیت وحکمت کا ایک تعارف ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی

(۲) مولانا عبدالحلیم شرر اور دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔اس جامع المجدد دین شخصیت نے صرف تفسیر و حدیث ہی میں نہیں، صرف فقہ و اصول ہی میں نہیں، صرف زبان و ادب ہی میں نہیں بلکہ ہر میدان میں اپنے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں سے اسلام کا احیاء کیا، اس سرزمین میں معیار الحق جیسی جامع، امامانہ، مجددانہ، مصلحانہ اور فقیہانہ کتاب لکھ کر شائع کرائی جس کے اثرات سے اور ان کی ساٹھ سالہ معلمانہ خدمات سے صرف متحدہ ہندوستان اور نیپال ہی نہیں بلکہ سمرقند و بخارا، نجد وحجاز اور مراکش وجزائر سب اثر پذیر ہوئے۔اس مختصر سے دور میں ان کے ہاتھ پر ۲۲/لاکھ سے زیادہ لوگ تقلید اور بدعت کی راہ چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت رسول کے پابند بنا کر اہلحدیث ہو گئے۔(مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی: ج:۳،ص:۱۴۱)

میاں صاحب کی خدمات کو جاننے کے لیے دیکھیں۔

(۱) دبستان حدیث اسحاق بھٹی (ص:۲۵۔۱۰۹)

(۲) الحیاۃ بعد الممات

(۳) تفصیل کے لیے دیکھیں: (حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، حیات، خدمات، آثار، مصنف: منیر احمد سلفی)

(۴) تفصیل کے لیے دیکھیں: (گلستان حدیث اسحاق بھٹی: ص: (۱۵۲۔۱۵۷)

(۵) تفصیل کے لیے دیکھیں: (دبستان حدیث اسحاق بھٹی: ص: (۱۸۲-۲۱۶)

(٦) تفصیل کے لیے دیکھیں: (گلستان حدیث اسحاق بھٹی: ص: (۱۴۵-۱۵۰)

(۷) تفصیل کے لیے دیکھیں: (دبستان حدیث اسحاق بھٹی: ص: (۲۳۷-۲۴۶)

(۸) علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ شروحات حدیث اور دفاع حدیث پر لوگوں کو تیار کرنا ہے۔ چنانچہ شروحات حدیث میں سب سے شاندار شرح آپ کی ابوداؤد کی شرح ''عون المعبود'' ہے جو چار جلدوں میں عرب وعجم میں متداول ہے۔

مشہور گستاخ ڈاکٹر عمر کریم پٹنوی نے ائمۂ حدیث اور بطور خاص امام بخاری پر زبان طعن دراز کیا، تو آپ نے علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی کو اس کے جواب کے لیے تیار کیا۔ اور ان کی خدمت میں مکمل طور پر علمی و مالی تعاون پیش کیا۔ اسی طرح جب علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے ''سیرۃ النعمان'' میں رئیس المجتہدین، سید الفقہاء اور امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری کی شان میں توہین آمیز کلمات استعمال کیے اور ضرورت محسوس ہوئی کہ امام بخاری کی ایک مفصل سوانح لکھی جائے جس کا بیڑا علامہ عبدالسلام صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے اٹھایا تو آپ نے اس سلسلہ میں ہر طرح کا تعاون فرمایا اور علامہ عبدالسلام محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کی بے انتہاء حوصلہ افزائی کی۔

علامہ سیرۃ البخاری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''ایک بار جناب مولانا ابوطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی سے اس کا تذکرہ ہوا۔ علامہ موصوف نے ہمت دلاکر کتابوں کا پشتارہ لگادیا اور مواد کے فراہم کرنے کے لیے دور دراز ملکوں میں خطوط بھیجے، نسخ مطبوعہ اور قلمبند برابر میرے پاس بھیجتے رہے''۔ (مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی: ج:۲، ص:۳۴-۳۵)

تفصیل کے لیے دیکھیں:

(۱) دبستان حدیث اسحاق بھٹی: ص: (۰۱۹-۱۴۴)

(۲) ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی حیات وخدمات: محمد عزیر شمس رحمہ اللہ

(۳) تفصیل کے لیے دیکھیں: (بزم ارجمنداں اسحاق بھٹی: ص: (۱۳۷-۱۹۵)

(۱۰) تفصیل کے لیے دیکھیں: (دبستان حدیث اسحاق بھٹی: ص: (۲۵۹-۲۸٦)

☆☆☆

☆

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کے سبق آموز واقعات

ابوالبیان رفعت سلفی

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق پوری زندگی گزارے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے''۔[سورة الاحزاب: ۲۱]

اور اگر کوئی مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ خصوصی طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت کا مطالعہ کرے کیونکہ اس کائنات میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے والی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے والی جماعت چشم فلک نے نہیں دیکھا، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ رب کائنات نے رسول کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام کی خصوصی تعریف فرمائی ہے اور کائنات کے تمام اہل ایمان پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا ایمان اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں ورنہ ان کا ایمان اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہی نہیں ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

''اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑلیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے''۔[البقرة: ۱۳۷]

میں نے اپنے اس مختصر سے مضمون میں اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت سے چند سبق آموز واقعات کو مستند حوالوں اور اہم فوائد کے ساتھ مع عربی متن پیش کیا ہے تاکہ ان واقعات کی روشنی میں ہمارے لیے محمد رسول اللہ کی اتباع اور پیروی کا حقیقی جذبہ پیدا ہو، اور ہمارے لیے اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں زندگی

گزارنا آسان ہو جائے۔

۱۔ایک دیہاتی صحابی کی مثالی شہادت کا ایمان افروز واقعہ:

عَنْ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَعْرَابِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ، ثُمَّ قَالَ: اُهَاجِرُ مَعَكَ، فَاَوْصَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ اَصْحَابِهِ، فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةٌ غَنِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا، فَقَسَمَ وَقَسَمَ لَهُ، فَاَعْطَى اَصْحَابَهُ مَا قَسَمَ لَهُ، وَكَانَ يَرْعَى ظَهْرَهُمْ، فَلَمَّا جَاءَ دَفَعُوهُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟، قَالُوْا: قِسْمٌ قَسَمَهُ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَهُ فَجَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: قَسَمْتُهُ لَكَ، قَالَ: مَا عَلٰى هٰذَا اتَّبَعْتُكَ، وَلٰكِنِّي اتَّبَعْتُكَ عَلٰى اَنْ اُرْمَى إِلَى هَاهُنَا، وَاَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ بِسَهْمٍ، فَاَمُوتَ فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ: إِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يَصْدُقْكَ، فَلَبِثُوا قَلِيلًا ثُمَّ نَهَضُوا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ، فَاُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْمَلُ قَدْ اَصَابَهُ سَهْمٌ حَيْثُ اَشَارَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَهُوَ هُوَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: صَدَقَ اللّٰهَ فَصَدَقَهُ، ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جُبَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَدَّمَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ، فَكَانَ فِيمَا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهِ: اللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِي سَبِيلِكَ فَقُتِلَ شَهِيدًا اَنَا شَهِيدٌ عَلٰى ذٰلِكَ.

ترجمہ: شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بادیہ نشین نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، اور آپ پر ایمان لے آیا، اور آپ کے ساتھ ہو گیا، پھر اس نے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا، نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کو اس کا خیال رکھنے کی وصیت کی، جب ایک غزوہ ہوا تو نبی اکرم ﷺ کو مال غنیمت میں کچھ لونڈیاں ملیں، تو آپ نے انہیں تقسیم کیا، اور اس کا (بھی) حصہ لگایا، چنانچہ اس کا حصہ اپنے ان اصحاب کو دے دیا جن کے سپرد اسے کیا گیا تھا، وہ ان کی سواریاں چراتا تھا، جب وہ آیا تو انہوں نے (اس کا حصہ) اس کے حوالے کیا، اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ حصہ نبی اکرم ﷺ نے تمہارے لیے لگایا تھا، تو اس نے اسے لے لیا، (اور) نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر آیا، اور عرض کیا: (اللہ کے رسول!) یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارا حصہ دیا ہے، تو اس نے کہا: میں نے اس (حقیر بدلے) کے لیے آپ کی پیروی نہیں کی ہے، بلکہ میں نے اس بات پر آپ کی پیروی کی ہے کہ میں تیر سے یہاں مارا جاوں، (اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) پھر میں مروں اور جنت میں داخل ہو جاوں، تو آپ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ سچ کر دکھائے گا، پھر وہ لوگ تھوڑی دیر ٹھہرے رہے، پھر

دشمنوں سے لڑنے کے لیے اٹھے، تو انہیں (کچھ دیر کے بعد) نبی اکرم ﷺ کے پاس اٹھا کر لایا گیا، اور انہیں ایسی جگہ تیر لگا تھا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: کیا یہ وہی شخص ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا تو (اللہ تعالیٰ) نے (بھی) اپنا وعدہ اسے سچ کر دکھایا پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے جبّہ (قمیص) میں اسے کفنایا، پھر اسے اپنے سامنے رکھا، اور اس کی جنازے کی نماز پڑھی آپ کی نماز میں سے جو چیز لوگوں کو سنائی دی وہ یہ دعا تھی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، یہ تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا، اور شہید ہو گیا، میں اس بات پر گواہ ہوں۔[سنن نسائی:۱۹۵۳، کتاب الجنائز: باب الصلاۃ علی الشھداء]

فوائد:

۱۔ مذکورہ حدیث کے اس ٹکڑے "فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ" پس آپ پر ایمان لے آیا، اور آپ کی اتباع کی سے ثابت ہوتا ہے کہ: دیہاتی صحابی کا ایمان اور اتباع انتہائی خالص اور اعلیٰ درجہ کا تھا۔

۲۔ مذکورہ حدیث کے اس ٹکڑے "اُهَاجِرُ مَعَكَ" میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا، سے معلوم ہوا کہ: دیہاتی صحابی اللہ سے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

۳۔ مذکورہ حدیث کے اس ٹکڑے "فَأَوْصَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ اَصْحَابِهِ" نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کو اس کا خیال رکھنے کی وصیت کی سے یہ ثابت ہوا کہ: محمد رسول اللہ ﷺ اپنے اس دیہاتی صحابی کا بہت خیال رکھتے تھے۔

۴۔ مذکورہ حدیث کے اس ٹکڑے "مَا عَلٰى هٰذَا اتَّبَعْتُكَ، وَلٰكِنِّي اتَّبَعْتُكَ عَلٰى اَنْ اُرْمٰى إِلٰى هَاهُنَا، وَاَشَارَ إِلٰى حَلْقِهِ بِسَهْمٍ، فَأَمُوتَ فَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ" میں نے اس (حقیر بدلے) کے لیے آپ کی پیروی نہیں کی ہے، بلکہ میں نے اس بات پر آپ کی پیروی کی ہے کہ میں تیر سے یہاں مارا جاؤں، (اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) پھر میں مروں اور جنت میں داخل ہو جاؤں' اس بات پر واضح دلیل ہے کہ: دیہاتی صحابی کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ وہ اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں قربان کر کے اللہ کے نزدیک شہادت سے سرفراز ہو کر اللہ کی جنت میں داخل ہو جائیں۔

۵۔ مذکورہ حدیث کی اس عبارت "ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جُبَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَدَّمَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ، فَكَانَ فِيمَا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهِ: اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِي سَبِيلِكَ فَقُتِلَ شَهِيدًا اَنَا شَهِيدٌ عَلٰى ذٰلِكَ".

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے جبّہ (قمیص) میں اسے کفنایا، پھر اسے اپنے سامنے رکھا، اور اس کی جنازے کی نماز پڑھی، آپ کی نماز میں سے جو چیز لوگوں کو سنائی دی وہ یہ دعا تھی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، یہ تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا، اور شہید ہوگیا، میں اس بات پر گواہ ہوں۔ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ: دیہاتی صحابیِ رسول اتنے خوش نصیب تھے کہ انہیں راہ حق میں شہادت بھی نصیب ہوئی، رسول اللہ ﷺ کا جبہ بھی بطور کفن ملا، محمد رسول اللہ نے ان کی نماز جنازہ ان کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور اللہ کی بارگاہ میں ان کی شہادت کی گواہی بھی دی۔

۲۔ ایک صحابیِ رسول ﷺ کا مثالی احساس گناہ:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ، قَالَ: وَلَمْ يَسْاَلْهُ عَنْهُ، قَالَ: وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَامَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي اَصَبْتُ حَدًّا، فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ، اَوْ قَالَ: حَدَّكَ".

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ ایک صاحب کعب بن عمرو آئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہوگئی ہے۔ آپ مجھ پر حد جاری کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ بیان کیا کہ پھر نماز کا وقت ہوگیا اور ان صاحب نے بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو وہ پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہوگئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہوگئی ہے آپ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق مجھ پر حد جاری کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کیا تم نے ابھی ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ نے تیرا گناہ معاف کر دیا یا فرمایا کہ تیری غلطی یا حد (معاف کر دی)۔ [صحیح بخاری۔ حدیث: ۶۸۲۳، کتاب الحدود۔ بَابُ إِذَا اَقَرَّ بِالحَدِّ وَلَمْ يُبَيِّنْ هَلْ لِلإِمَامِ اَنْ يَسْتُرَ عَلَيْهِ]

فوائد:

۱۔ نبی ﷺ نے اس صحابی سے یہ نہیں پوچھا کہ کون سا گناہ کیا ہے؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے ذریعہ اللہ نے نبی ﷺ کو وہ گناہ بتلا دیا تھا کہ وہ صغیرہ گناہ تھا، نہ کہ کبیرہ۔

۲۔ مذکورہ حدیث کے اس ٹکرے ''اِنِّی اَصَبْتُ حَدًّا، فَاَقِمْ فِیَّ کِتَابَ اللّٰہِ'' مجھ پر حد واجب ہوگئی ہے۔ آپ مجھ پر حد جاری کیجیے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابیٔ رسول ﷺ کا یہ عقیدہ انتہائی ٹھوس تھا کہ: قیامت کے دن کا عذاب دنیا کی سزا سے بہت زیادہ سخت ہوگا۔

۳۔ گناہ گار کے گناہ کو چھپا کر اس کی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ نبی ﷺ نے نہ صحابی کو ڈانٹا نہ اس سے گناہ کی تفصیل ہی پوچھی۔

۴۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہوجاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

۵۔ اس صحابی سے حد والا کوئی بڑا گناہ نہیں ہوا تھا اس لیے نبی ﷺ نے اس صحابی پر حد نافذ نہیں کی اگر حد والا گناہ کیا ہوتا تو حد نافذ فرماتے۔

۶۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم گناہوں پر اصرار نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ چھوٹے گناہوں پر اصرر بھی گناہ کو بڑا بنا دیتا ہے۔

۷۔ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ میں جلدی کرنی چاہیے۔

۸۔ سنت کے مطابق فرض نماز ادا کرنے سے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

۹۔ دین اسلام انتہائی آسان اور ساری انسانیت کے لیے رحمت ہے۔

۳۔ ایک دیہاتی صحابی کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی خوبصورت ومثالی دل لگی کا واقعہ:

عن اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ کَانَ اسْمُہُ زَاھِرًا، وکَانَ یُھْدِی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْھَدِیَّۃَ مِنَ الْبَادِیَۃِ، فَیُجَھِّزُہُ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا اَرَادَ اَنْ یَخْرُجَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّ زَاھِرًا بَادِیَتُنَا، وَنَحْنُ حَاضِرُوہُ'' وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّہُ، وَکَانَ رَجُلًا دَمِیمًا، فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا وَھُوَ یَبِیعُ مَتَاعَہُ، فَاحْتَضَنَہُ مِنْ خَلْفِہِ، وَھُوَ لَا یُبْصِرُہُ الرجلُ، فَقَالَ الرَّجُلُ اَرْسِلْنِی، مَنْ ھٰذَا؟ فَالْتَفَتَ، فَعَرَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ لَا یَاْلُو مَا اَلْصَقَ ظَھْرَہُ بِصَدْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِینَ عَرَفَہُ، وَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: ''مَنْ یَشْتَرِی الْعَبْدَ؟'' فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ، إِذًا وَاللّٰہِ تَجِدُنِی کَاسِدًا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''لٰکِنْ عِنْدَ اللّٰہِ لَسْتَ بِکَاسِدٍ'' اَوْ قَالَ ''لٰکِنْ عِنْدَ اللّٰہِ اَنْتَ غَالٍ''

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی صحابی جن کا نام ''زاہر بن حرام'' تھا دیہات سے آتے ہوئے نبی ﷺ کے لیے کوئی نہ کوئی ہدیہ لے کر آتے تھے اور جب واپس جانے لگتے تو نبی ﷺ انہیں بہت کچھ دے کر رخصت فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ زاہر ہمارا دیہات ہیں اور ہم ان کا شہر ہیں، نبی ﷺ ان سے محبت فرماتے تھے گو وہ رنگت کے اعتبار سے قابل صورت نہ تھے۔ ایک دن زاہر اپنے سامان کے پاس کھڑے اسے بیچ رہے تھے کہ نبی ﷺ پیچھے سے آئے اور انہیں لپٹ کر ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا، وہ کہنے لگے کہ کون ہے، مجھے چھوڑ دو، انہوں نے ذرا غور کیا تو نبی ﷺ کو پہچان گئے اور اپنی پشت نبی ﷺ کے سینے کے اور قریب کرنے لگے، نبی ﷺ آواز لگانے لگے کہ اس غلام کو کون خریدے گا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کھوٹا سکہ پائیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک کھوٹا سکہ نہیں ہو، بلکہ تمہاری بڑی قیمت ہے۔[مسند احمد:١٢٦٤٨، صحیح ابن حبان: ٥٧٩٠،الاصابة فی تمييز الصحابة: ج :٢،ص:٤٥٢، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے]

فوائد:

۱۔ مذکور دیہاتی صحابی ہدایا و تحائف کے طور پر ایسی چیزیں لا کر محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ لاتے تھے تو جو چیزیں مدینہ میں نہیں پائی جاتی تھیں کیونکہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ہدیہ دینے سے محبت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ دوسری حدیث ہے: تهادو اتحابوا۔

۲۔ واقعہ مذکور میں محبت رسول ﷺ کا ایک خوبصورت منظر نظر آتا ہے وہ یہ کہ دیہاتی صحابی کو جب پتہ چلا کہ پیچھے سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے از راہ محبت کے پیچھے سے چمٹا لیا ہے تو وہ اور زیادہ اپنی پیٹھ کو رسول اللہ ﷺ کے سینے سے چمٹانے لگے تا کہ ان کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت اور زیادہ گہری ہو جائے اور رسول ﷺ سے اور زیادہ برکت حاصل کر سکیں۔

۳۔ دیگر صحابۂ کرام نے جب یہ خوبصورت منظر دیکھا ہوگا تو وہ آرزو کرنے لگے ہوں گے کہ کاش زاہر کی جگہ رسول اللہ ﷺ مجھے چمٹا لیتے۔

۴۔ جب وہ دیہاتی واپس ہونے لگتے تو رسول اللہ ﷺ ان کے لیے سامان سفر تیار کرتے یعنی ہدیہ کے جواب میں انہیں مدینہ منورہ کی کچھ خاص چیزیں عطا فرماتے جو دیہات میں نہیں ملتی تھیں۔

۵۔ یہ حدیث محمد رسول اللہ ﷺ کے تواضع کے بارے میں بڑی عظیم الشان حدیث ہے اس طور پر کہ زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ السنن الکبریٰ للبیہقی کے الفاظ ''وكان دميما'' کے مطابق بہت بدشکل تھے اس کے باوجود رسول اللہ

ﷺ ان کی طرف بھی پوری توجہ فرماتے ان کا ہدیہ قبول فرماتے ، ان سے محبت کرتے ، ان سے دل لگی کرتے اوران کے ہدیہ کے جواب میں انہیں بھی ہدیہ عطا فرماتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں کہا کہ میرے اس غلام کو کون خریدے گا تو انہوں نے اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ: میں تو بہت سستا ہوں یعنی میری کوئی ویلو نہیں ہے تو رسول ﷺ نے ان کی دلجوئی فرماتے ہوئے کہا تھا نہیں تم اللہ کے نزدیک بہت قیمتی ہو۔

۶۔ گھر والوں، دوستوں اور بچوں وغیرہ کے ساتھ ہنسی مذاق کوئی معیوب اور بری چیز نہیں بلکہ سنت رسول ہے ،بس شرط یہ ہے کہ ہنسی مذاق شریعت کے دائرے میں ہو۔

۷۔ اللہ کے نزدیک کسی انسان کو مقام ومرتبہ محض اس کی خوبصورتی ، رنگ ونسل اور قد وقامت کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت ، ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ملتا ہے ۔ اللہ کا فرمان ہے '' ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم '' یہ واقعہ اس بات پر بین ثبوت ہے کہ زاہر بن حرام دیہاتی صحابی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے اللہ کے مخلص بندے تھے۔ اسی وجہ سے انہیں اللہ کی طرف سے یہ رتبہ بلند نصیب ہوا۔

۴۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شکر گزاری کا ایک حسین منظر:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: ''إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ أُصُولَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، إِذَا صَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى، وَلاَ نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الجُمُعَةِ، وَاللَّهِ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلاَ وَدَكٌ''.

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: ہمیں جمعہ کے دن بڑی خوشی رہتی تھی کیونکہ ہماری ایک بوڑھی خاتون تھیں جو چقندر کی جڑیں لے کر اپنی ہانڈی میں پکاتی تھیں، اوپر سے کچھ دانے جَو کے اس میں ڈال دیتی تھیں۔ ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر ان کی ملاقات کو جاتے تو وہ ہمارے سامنے یہ کھانا رکھتی تھیں۔ جمعہ کے دن ہمیں بڑی خوشی اسی وجہ سے رہتی تھی۔ ہم نماز جمعہ کے بعد ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! نہ اس میں چربی ہوتی تھی نہ گھی اور جب بھی ہم مزے سے اس کو کھاتے۔[صحیح بخاری حدیث :۵۴۰۳، کتاب الاطعمة ۔بَابُ السِّلْقِ وَالشَّعِيرِ]

فوائد:

۱۔ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو مدنی زندگی کا ابتدائی دور تنگدستی اور فقر و فاقہ کا بڑا صبر آزما دور تھا، ایسے دور میں ایسی سادہ و پر خلوص دعوتیں بھی ان کے لیے بہت خوشگوار محسوس ہوتی تھیں اور اس پر بھی وہ صدق دل سے اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے، آج ہم لوگ بیشمار قسم کے اسٹارٹرس اور مرغن غذائیں کھا کر بھی اللہ کا شکر صحیح معنوں میں ادا کرنے کے بجائے ہمیشہ شکوے شکایتیں ہی کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ واقعہ مذکور سے معلوم ہوا کہ چقندر جیسی سبزی میں جو وغیرہ جیسی چیزیں ملا کر دلیہ بنایا جائے تو وہ مزیدار قسم کا کھچڑا بن سکتا ہے۔

۳۔ کسی بھی مسلمان بھائی کی دعوت کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ قبول کرنا چاہیے۔غریب بوڑھیا کی دعوت کو جمعہ کے صحابہ بڑی خوشدلی سے قبول کر کے کھاتے تھے

۴۔ دعوت میں گوشت، مچھلی اور صرف مرغن غذاؤں کا ہونا ضروری نہیں، سادہ اور عام غذاؤں کی بھی دعوت کی جاسکتی ہے۔

۵۔صحابۂ کرام عام طور سے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔

۶۔ صحابۂ کرام خاص طور سے جمعہ کی نماز کے بعد عید کے دن کی طرح بہت خوش رہتے تھے اور کوئی میٹھی یا لذت والی غذا شوق سے کھاتے تھے۔

۷۔ پہلے زمانے کی بوڑھی خواتین بہت مہمان نواز ہوا کرتی تھیں اور عمدہ قسم کے کھانے پکانے میں بھی بہت مہارت رکھتی تھیں۔

یہ تھے مختصر طور پر اصحاب رسول ﷺ کے چند صحیح و مستند سبق آموز واقعات جن میں ہمارے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت رسول اور اتباع رسول ﷺ کی بے نظیر و روشن مثالیں موجود ہیں، اگر ہم دونوں جہاں کی سعادت و کامرانی چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے جیسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کی۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ رب العالمین ہم تمام مسلمانوں کو بھی اصحاب رسول ﷺ کی طرح اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی حقیقی اتباع و پیروی کی توفیق عطا فرما اور خاتمہ بالخیر نصیب فرما۔آمین یارب العالمین وبنعمتہ تتم الصالحات۔

قرآن کی ایک آیت کے رسم الخط پر اشکال اور اس کا حل:

شیخ محمد عبدالمحسن محمد عبدالجبار ترجمہ: ابوعبداللہ اشتیاق احمد بن رئیس احمد سنابلی مدنی

قال اللہ عزوجل: ﴿لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾ [العلق:۱۵]

متعاون دعاۃ کے گروپ میں مفتی طارق مسعود حفظہ اللہ کی کلپ جو آپ نے ارسال کی ہے خاکسار نے پوری کلپ سن لی ہے، سب سے اہم بات اس کلپ میں یہ ہے کہ وہ سورۃ العلق کی آیت نمبر ۱۵ میں اعرابی غلطی ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس تعلق سے درج ذیل باتیں ملاحظہ ہوں:

اولاً: ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کا محافظ خود اللہ ہے رسول ﷺ اُمی (ان پڑھ) ضرور تھے لیکن اللہ اُمی (ان پڑھ) نہ تھا، اور اگر یہ غلط تھا تو اللہ نے اس غلطی سے آگاہ کیوں نہیں فرمایا، خطا کا وجود اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ خطا کا ادراک نہیں کرسکا، اس سے اللہ پر تہمت تراشی لازم آتی ہے۔

ثانیاً: یہ عجیب بات ہے کہ قرآن کے اندر کی یہ خامی دور صدیقی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کمیٹی کو بھی نظر نہ آئی، پھر دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں جب اس کے متعدد نسخے تیار کئے گئے تب بھی کسی کو نظر نہ آئی پھر چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے بعد یہ خامی صرف مفتی صاحب کو نظر آئی۔

ثالثاً: اللہ کے کلام سے فصیح اور بلیغ کسی کا کلام نہیں ہے، اگر اس کے کلام میں مذکورہ قرأت جائز ہے تو وہ عربی گرامر کے خلاف نہیں ہوسکتا، ممکن ہے ہم اس سے واقف نہ ہوں اور عربی قواعد کی کتابوں میں اس کا کوئی حل موجود ہو اور اس باب میں کوئی قاعدہ وضابطہ محفوظ ہو۔

چنانچہ جب ہم عربی قواعد کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اسے عربی قواعد کے موافق پاتے ہیں، ملاحظہ ہو:

نحو کی مشہور کتاب جو مبرد متوفی ۲۸۵ھ کی طرف منسوب ہے اس میں محقق نے ایک ذیلی عنوان قائم کیا ہے:

هٰذَا بَابُ الْوُقُوْفِ عَلَى النُّوْنَيْنِ: الْخَفِيفَة والثقيلة.

ترجمہ: ''یہ باب نون ثقیلہ اور نون خفیفہ دونوں پر وقف کرنے کے بیان میں ہے''۔

قاعدہ ہے کہ: نون تاکید خفیفہ جب کلمہ میں فتحہ کے بعد واقع ہو تو وقف کے وقت تنوین کو الف سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے: ''إِضْرِبَنْ زَيْدًا'' ہے یہاں فعل سے نون خفیفہ ملحق ہے اور اس سے پہلے حرف (الباء) مفتوح ہے اسے بوقت

وقف الف سے بدل دیا جائے گا اور پڑھا جائے گا إِضرِباً زَیْداً ۔ بعینہٖ ”لـنسـفعا بالناصية“ میں اور ”وَلَيَكُونًا مِنَ الصَّاغِرِيْنَ“ میں ہوا ہے کہ اصل میں تھا ”لَنَسْفَعَنْ بِالنَّاصِيَةِ“ اور ”وَلَيَكُونَن مِنَ الصَّاغِرِيْنَ“ نون خفیفہ کلمہ سے ملحق ہوا جس کا ماقبل مفتوح ہے اسی وجہ سے نون خفیفہ کو وقف کے وقت الف سے بدل دیا گیا جس سے ”لنسفعا“ ہوگیا اور یہاں تنوین کی بقا کا راز یہ ہے کہ تلفظ باقی رہے، اسی طرح ”وَلَيَكُونًا“ بھی ہے کہ یہاں واو حرف عطف ہے اعراب میں بے محل ہے، لام جواب قسم میں واقع ہے، فتحہ پر مبنی ہے، اعراب میں بے محل ہے، یکونن فعل مضارع فتحہ پر مبنی ہے کیونکہ نون تاکید خفیفہ اس سے ملحق ہے اور کان کا اسم خود اسی میں ھـو کی ضمیر پوشیدہ ہے، اور الف وقف کے لیے ہے، ورنہ اصل کتابت اس کی لیکونن ہے۔

ملاحظہ: نون تاکید خفیفہ صرف وہیں الف سے بدلا جانا زیادہ مناسب ہے جہاں التباس کا خوف نہ ہو لیکن اگر التباس کا خوف ہو تو وہاں نون تاکید خفیفہ کو الف سے نہ بدلا جانا افضل ہے، جیسے: اضربن زیدًا ۔ اگر آپ نے یہاں نون خفیفہ کو الف سے بدلا اور کہا: اضـربـا زيدًا تو (واحد) ایک کا حکم دو (تثنیہ) کے حکم سے ملتبس ہو جائے گا اس وجہ سے اس طرح کے مقامات پر نون کو الف سے بدلنے کو بعض نحویوں نے غیر مناسب سمجھا ہے لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے مذکورہ قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے بدل دیا ہے، واللہ اعلم بالصواب!

نون تاکید خفیفہ کے تعلق سے مندرجہ بالا قاعدہ ملاحظہ ہو:

(۱) مبرد متوفی ۲۸۵ھ کے بقول: فَـأَمـا الْخَفِيفَة فَإِنَّهَا فى الْفِعْل بِمَنْزِلَة التَّنْوِين فِى الِاسْم فَإِذا كَانَ مَـا قبلهَا مَفْتُوحًا أبدلت مِنهَا الْألف. رہی بات نون خفیفہ کی تو یہ فعل کے اندر اسم میں تنوین کے مقام پر ہوتا ہے چنانچہ جس نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہوگا تو نون خفیفہ الف سے بدل دی جائے گی، اور یہ قاعدہ عرب کے یہاں جانا جاتا ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا: ولا تـعبد الشيطان والله فاعبدا یہاں اسی قاعدہ کے رو سے نون تاکید خفیفہ پر وقف کی خاطر الف سے بدل دیا گیا ہے اس کی اصل ہے فاعبدن ۔

==

۱۔ سورۃ العلق: ۱۵ ۲۔سورۃ ق: ۲۴

۳۔ المقتضب: ۳۰/۱۷ ۴۔الکشف والبیان: ۲۲۰/۵، از: أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي النيسابوری

یہی قاعدہ دیگر نحاۃ کے یہاں بھی ملاحظہ ہو:

(۲) بقول محمد بن عبداللہ، طائی ابن مالک متوفی ۶۷۲ھ: وأبـدلـنـهـا بـعـد فتح ألفا...... وقفا كما تقول

فی ’’قفن‘‘ ’’قفا‘‘. (۱)

ترجمہ: اورنون خفیفہ کو فتحہ کے بعد وقف کی خاطر الف سے بدل دو جیسا کہ تو وقف ش کی خاطر قفن سے قفا کہتا ہے۔

(۳) بدرالدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی متوفی ۸۵۵ھ کہتے ہیں: فی قوله: ’’أثأر أصله: لأثأرن، فلما وقف عليها أبدلها ألفًا كما يقال: لنسفعًا فی قوله تعالٰی: لَنَسۡفَعًا بِالنَّاصِيَة. (۲)

ترجمہ: کہتے ہیں لأثأرا اصل میں لأثأرن تھا لیکن جب نون پر وقف کیا گیا تو اسے الف سے بدل دیا گیا جیسے اللہ کے قول میں ’’لنسفعًا‘‘ پڑھا جاتا ہے۔

(۴) علی بن محمد بن عیسیٰ، نورالدین اُشمُونی شافعی متوفی ۹۰۰ھ کے بقول: وأبدلنها بعد فتح ألفا ... وقفًا: (۳)

ترجمہ: اورنون خفیفہ کو فتحہ کے بعد وقف کی خاطر الف سے بدل دو۔

قرآن کے اعراب پر گفتگو کرنے والے علماء کے نزدیک بھی تقریباً یہی توضیح ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) بعض نے کہا ہے کہ یہی قاعدہ اللہ کے قول ’’أَلۡقِيَا فِی جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ‘‘ [سورة: ق:۲٤]، کے لفظ (أَلۡقِيَا) سے لیا گیا ہے کیونکہ یہ بھی ألقين پڑھا گیا ہے لیکن نون پر وقف کی خاطر الف سے بدل کر ألقيا ہو گیا ہے نہ کہ یہ أَلۡقِ أَلۡقِ کا مخفف ہے۔(۴)

اور یہی قاعدہ کے مطابق مرؤالقیس کے شعر: ’’قِفَا نبکِ من ذِكرى حبيبٍ ومنزِلِ‘‘. (۵) میں لفظ: قِفَا ہے کہ یہ قفن سے ہے نہ کہ یہ قِفۡ قِفۡ کا مخفف ہے۔

(۲) بقول ابومحمد مکی بن ابی طالب قرطبی مالکی متوفی ۴۳۷ھ: وَالۡوَقۡف عَلَيۡهَا اذا انۡفتح مَا قبلهَا بِالۡألف. (٦) ترجمہ: اورنون خفیفہ پر وقف اگر اس کا ماقبل مفتوح ہو تو پھر الف پر ہوگا۔

==

۱۔ شرح الکافیۃ الشافیۃ: ۱۴۱۴/۳، ۲۔ ملاحظہ ہو: المقاصد النحویۃ فی شرح شواہد شروح الألفیۃ المشهور ب شرح الشواہد الکبری: ۱۸۱۲/۴، ۳۔ ملاحظہ ہو: شرح الأشمونی بحاشیۃ الصبان: ۲۲۶/۳

۴۔ روح البیان: ۱۲۳/۹، ۵۔ الأغانی: ۱۴۰/۳، اصبہانی، إعراب القرآن وبیانہ: ۲۹۱/۹، کتاب إعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم: ص: ۱۴۰، از: ابن خالویہ، متوفی: ۳۷۰ھ

۶۔ مشکل إعراب القرآن:۲/ ۸۲۸، از: أبو محمد مکی بن أبی طالب حمّوش بن محمد بن مختار القیسی القیر وانی ثم الأندلسی القرطبی المالکی (المتوفی: ۴۳۷ھ)

(۳) بقول نحاس: الوقف علیه بالألف فرقا بینه وبین النون الثقیلة ولأنه بمنزلة قولک: رأیت زیدا. (۱) ترجمہ: نون خفیفہ پر الف کے ساتھ وقف کرنا فقط اس نون اور نون ثقیلہ کے مابین فرق کی وجہ سے کیونکہ یہ تمہارے قول رأیت زیدا کی طرح ہے۔

(۴) بقول ابوالبقاء عکبری: إذا وقف علی هذه النون ابدل منها ألف لسكونها وانفتاح ما قبلها. (۲) ترجمہ: جب اس نون پر وقف کیا جائے گا تو اسے الف سے بدل دیا جائے گا اس نون کے سکون اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے سے۔

(۵) بقول محی الدین درویش متوفی: ۱۴۰۳ھ: وکتبت بالألف فی المصحف علی حکم الوقف (۳) ترجمہ: یہاں مصحف میں الف کے ساتھ صرف وقف کے حکم کی بنیاد پر لکھا گیا ہے۔

(۶) بقول سمین: الوقفُ علی هذه النونِ بالألفِ، تشبیهاً لها بالتنوی. (۴) اس نون پر الف کے ذریعہ وقف کرنا تنوین کے مشابہ قرار دیتے ہوئے۔

اس لفظ کی قرأت میں بعض اقوال:

۱۔ ابوعمرو سے نون ثقیلہ کے اثبات کے ساتھ مروی ہے، جیسا کہ ہارون نے ان سے روایت کی ہے، یعنی: لَنَسْفَعَنَّ (۵)

۲۔ رازی نے کہا ہے لَنَسْفَعَنَّ نون مشدد کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی اس فعل کا فاعل اللہ اور فرشتے ہیں۔ (۶)

۳۔ عبداللہ بن مسعود نے اسے لأسفعاً. ولأسفعَنَّ پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصحف میں تھا۔ (۷)

ملاحظہ: ہم اگر موجودہ قرأت ''لنسفعا بالناصیة'' کو ثابت شدہ عربی قواعد کی مدد سے صحیح نہ بھی تسلیم کریں پھر بھی اسے غلط کہنے اور اس بنیاد پر قرآن کو مشکوک کرنے سے بہتر ہے کہ مذکورہ قرأت: لأسفعَنَّ اور لَنَسفَعَنَّ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے ذہن میں موجود اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں اور موجودہ قرأت پر پیدا ہونے والے اشکال کا جواب اسے بنا سکتے ہیں۔

==

۱۔ إعراب القرآن: ۵/ ۱۶۳، ۲۔ التبیان فی إعراب القرآن: ۲/ ۲۹۰،

۳۔ إعراب القرآن وبیانہ: ۵۲۸/۱۰، ۴۔ معانی القرآن وإعرابہ: ۳۴۵/۵، از إبراہیم الزجاج متوفی: ۳۱۱ھ،

۵۔ اللباب فی علوم الکتاب: ۴۲۱/۲۰، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: ۵، ۵۰۳، الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون: ۱۰/۱۱، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی: ۵۰/۲۳،

۶۔ مفاتیح الغیب: ۲۲۴/۳۲،

۷۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل: ۷۷۸/۴، مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید: ۶۴۹/۲، روح المعانی فی تفسیر القرآن: ۵۰/۲۳، الکشاف: ۳۱۳/۷، المحرر الوجیز: ۱۴۷/۷ از ابن عطیہ محاربی، متوفی: ۵۴۲ھ،

میزان: یہاں اس باریکی کو سمجھنا چاہئے کہ قرآن کو میزان بنا کر نحو کے قواعد پڑھے اور پڑھائے جائیں نہ کہ قرآن کو ان پر تولا جائے، نحو کے ان اساتذہ کو اللہ مزید علم سے نوازے جو عربی قواعد پڑھاتے وقت اپنے طلبہ کو قرآن سے دلائل فراہم کرتے ہیں اس سے طلبہ کی ذہن سازی ہوتی ہے کہ قرآن میں یہ قاعدہ پہلے سے موجود ہے اور جب ایسا نہیں ہوتا ہے بلکہ طلبہ کو ہمیشہ خود ساختہ مثالوں سے قواعد نحو کی تعلیم دی جاتی ہے تو طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ صاحب کتاب اور استاذ نے مل کر یہ ضابطہ وضع کی ہے اب ہمیں قرآن کو اس ترازو پر تولنا ہوگا اگر اس کے موافق قرآن کی عبارت ہے تو صحیح ورنہ کہہ دیں گے کہ کاتبان وحی سے بھول ہوگئی اور رسول ﷺ چونکہ ان پڑھ تھے وہ اس کا استدراک نہیں کر سکے، یہاں بھی کچھ ایسے ہی ہوا ہے نحوی عالم غلط نہیں ٹھہرا ہم نے جس استاذ سے نحو سیکھا وہ غلط نہیں ٹھہرا بلکہ آسانی سے ہم نے قرآن کو غلط کہہ دیا۔

قرآن کے رسم الخط کا امتیاز: اسی طرح قرآن سے متعلق ایک بات واضح رہے کہ قرآن کا رسم الخط متواتر ہے، لہٰذا جو قاعدہ قرآن کے رسم الخط سے ٹکرائے وہاں قرآن کو غلط نہ کہہ کر اس کے خلاف وضع کئے گئے گرامر کو غلط کہا جا سکتا ہے، یا یہ سمجھا جائے کہ قرآن کے رسم الخط کو موجودہ عام عربی رسم الخط کے گرامر پر نہ تولا جائے بلکہ قرآن کا رسم الخط اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور اس کے خلاف وضع کئے گئے قواعد کا اعتبار نہ کیا جائے کیونکہ قرآن کا ثبوت متواتر ہے اور اس کا خط بھی متواتر ہے، اس متواتر کو کسی غیر متواتر سے غلط نہیں کیا جا سکتا ہے، رسم مصحف عثمانی کی چند مثالیں عام عربی خط جس کے خلاف ہے:

۱۔ **بسم اللّٰه.** [الفاتحة:۱] **اقْرَأْ بِاسْمِ.** [العلق:۱]

۲۔ **قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ.** [الحجر:۱۳] **فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ.** [الأنفال:۳۸]

۳۔ **مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ.** [البقرة:۱۴۳] **وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا.** [الاحزاب:۶٦]

۴۔ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ. [النساء:٤٤]   فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا.[الاحزاب:٦٧]

۵۔ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ. [النساء:١٦٦]   لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي. [الكهف:٣٨]

٦۔ قُلْ إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي.[الأنعام :٥٧]، فَهُمْ عَلَى بَيِّنَتٍ مِنْهُ.[الفاطر:٤٠]

مقابل میں وہی کلمہ موجودہ عام رسم الخط کے خلاف ہے لیکن وہ چونکہ متواتر ہے اس وجہ سے اسے غلط کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔

ابوعمر فرماتے ہیں: مصاحف کے تمام کتاب (لکھنے والوں) کا اس پر اتفاق ہے کہ نون خفیفہ الف کے رسم میں لکھا جائے گا، اور اس کی صرف دو جگہیں ہیں ایک سورۃ یوسف:۲۳، اللہ تعالیٰ کا قول: وَلَيَكُونًا مِنَ الصَّاغِرِينَ. دوسری جگہ سورۃ العلق:۱۵، اللہ تعالیٰ کا قول: لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ. اور یہ گنجائش وقف کی بنیاد پر ہے۔(۱)

==

۱۔ رسم المصحف العثمانی وأوہام المستشرقین فی قراءات القرآن الکریم:ص:۲۲

کہا جاتا ہے کہ ابوحیان غرناطی متوفی ۷۴۵ھ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۷۲۸ھ کے پاس آئے اور دونوں کے مابین کسی مسئلہ میں گفتگو کے دوران سیبویہ کا ذکر ہوا، ابوحیان رحمہ اللہ نے سیبویہ متوفی ۸۰ھ کی امامت کی بات کی، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: خاموش رہو سیبویہ نے اپنی کتاب (الکتاب) میں اَسی (۸۰) جگہ بھول کی ہے جس کا علم تمہیں نہیں ہے، پھر اس کے بعد ابوحیان رحمہ اللہ نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تعریف کبھی نہیں کی جبکہ اس سے پہلے ان کے بڑے مداح تھے - رحم اللہ علی الجمیع. ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

فرزدق نے کہا تھا: أولئک آبائی فجئنی بمثلهم..........إذا جمعتنا یا جریر المجامع (۲)

یہاں اس اقتباس کا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ:......ابن حیان رحمہ اللہ شیخ الاسلام کے بڑے مداح تھے اور ان کی تعریف میں بہت سارے اشعار بھی انہوں نے کہا تھا۔جیسے:

۱۔ لما أَتَانَا تَقِيّ الدّين لَاحَ لنا..................دَاعٍ إِلَى الله فَرد مَا لَهُ وزر

۲۔ على محياه من سِيمَا الأولى صحبوا.........خير الْبَرِيَّة نور دونه الْقَمَر

۳۔ حبر تسربل مِنْهُ دهره حبرًا..............بَحر تقاذف من أمواجه الدُّرَر

۴۔ قَامَ ابْن تَيْمِية فِي نصر شرعتنا............مقَام سيد تيم إِذْ عَصَتْ مُضر

۵۔ وَأظهر الُحق إِذُ آثاره اندرست..........وأخمد الشَّرّ إِذُ طارت لَهُ شرر

۶۔ كُنَّا نُحدث عَن حبر يَجِيء بهَا...........أَنُت الإِمَام الَّذِي قد كَانَ ينُتَظر (۳)

لیکن جب دوران گفتو سیبویہ کی بات آئی اور شیخ الاِ سلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: مَا كَانَ سِيبَوَيْهٍ نَبِي النَّحْو وَلَا كَانَ مَعْصُوما بل أَخطأ فِي الْكتاب فِي ثَمَانِينَ موضعا مَا تفهمها أَنْت (۴) پھر وہیں سے دوری بڑھنے لگی یہاں تک کہ اپنی تفسیر ''البحر'' اور اس کی مختصر ''النّہ'' میں ابوحیان رحمہ اللہ نے ایسی باتیں رقم کردی ہیں جو ناقابل معافی ہیں، اللہم اغفرلہم جمیعا، ابن حجر رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ ابن المحب نے ۷۳۴ھ میں حج کے دوران کچھ اشعار ان کے ابن تیمیہ کے سلسلے میں سنے۔ تھے تو کہا کہ میں نے مدح ابن تیمیہ کے کچھ اشعار کی طرف اشارہ کیا تو اس پر ابوحیان نے کہا: قد كشطتها من ديواني وَلَا أذكرهُ بِخَير حرف غلط کی طرح میں نے اپنے دیوان سے اسے مٹادیا اور اب میں ان (یعنی ابن تیمیہ رحمہ اللہ) کا ادنیٰ ذکر خیر بھی نہیں کرسکتا، ورنہ شیخ الاِ سلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کیا ان کے شاگرد حافظ جمال الدین مزی صاحب (تہذیب الکمال فی أسماء الرجال) کے بھی ابوحیان مداح تھے، جنکے بارے میں ابن حجر نے حافظ الدنیا لکھا ہے اللهم اغفر لهم وارحمهم، اس موقع پر میری عاجزانہ گزارش تمام اہل علم سے یہ ہے کہ ایسی بحثیں آپس میں مت چھیڑا کریں جس سے اپنا بازو ہی کاٹ بیٹھیں جو اکثر ہوتا رہتا ہے اور ہم دیکھتے رہتے ہیں، واضح رہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ اس امت کے دیگر شخصیات پر لوگوں کے ایمان کا امتحان نہیں لیا جائے گا ساتھ ہی کسی شخصیت کی محبت میں اس قدر غلو بھی نہ ہو کہ اس کے سلسلے میں ایک حرف بھی سننا پسند نہ کریں جیسا کہ اہل بدعت اور غیر منہجی لوگوں کا رویہ ہر سو ظاہر ہے کہ ان کے واعظین خواہ حدیث پر کیچڑ اچھالیں یا قرآن پر زہر اگلیں اور ایسی بیان بازی کی ہمت کر بیٹھیں جس سے ایک امتی کے ذہن میں کتاب وسنت کی صحت میں شک وشبہ پیدا ہو جائے۔ پھر بھی وہ واعظین ان کے یہاں پارسا اور حرف آخر تسلیم کئے جاتے ہیں اور انہیں کے علم پر کلی طور پر اعتماد کرتے ہیں اسی کو مذموم تقلید کہا گیا ہے جس کی علمائے حق نے بڑی مذمت کی ہے اور اس تقلید کو کتاب وسنت کے خلاف قرار دیا ہے۔ فالله المستعان وعليه التكلان! (حاشیہ شرح اصول ستہ بزبان اردو از خاکسار)

==

۱۔ سورۃ الحشر: ۱۰، ۲۔ ملاحظہ ہو: خزانۃ الأدب ولب لباب لسان العرب: ۱۱۶/۹

۳۔ الدرر الکامنۃ: ۱۷۸/۱، ۴۔ الدرر الکامنۃ: ۱۷۸/۱

قسط نمبر (۵)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

اس بار شیخ الاسلام کی عقیدہ کے باب میں لکھی ہوئی کتاب ''القصیدہ اللامیۃ'' کا تعارف پیش خدمت ہے:

کتاب کی نسبت کی تحقیق:

یہ کتاب شیخ الاسلام کی ہے یا نہیں، اس تعلق سے محققین کے مابین تین طرح کی آراء پائی جاتی ہیں جنہیں اختصار کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

پہلی رائے: احمد بن عبداللہ المرداوی رحمہ اللہ (ت:۱۲۳۶ھ) کا کہنا ہے کہ ''**منظوم اللامیہ**'' کی نسبت شیخ الاسلام کی جانب صحیح ہے۔ دیکھیں:[اللآلء البهية فی شرح لامية شيخ الإسلام ابن تيمية :ص:٣٦]

شیخ محمد بن عبداللہ الجبروتی رحمہ اللہ (ت ۱۲۸۶ھ) لامیہ کی شرح میں کہتے ہیں:''**اما بعد: فيقول العبد الفقير إلى مولاه العلى الكبير، محمد بن عبد الله الجبَرتي: هذا شرح لطيف على منظومة الشيخ العالم العلامة، والبحر الفهَّامة، تقى الدين، ابى العباس، احمد بن عبد الحليم ابن تيمية، الحرانى يُبيِّن حقائقها، ويكشف دقائقها، وسميته.**[زاد المعاد فى اعتقاد خيار العباد۔مخطوط منه نسخة بمركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية برقم:٢٧٠٤/٤،ف۔بحواله (بدر التمام شرح لامية شيخ الإسلام :ص:٩]

مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ''**منظمه**'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تحریر کردہ ہے۔

خیر الدین آلوسی رحمہ اللہ (ت:۱۳۱۷ھ) اپنی کتاب ''**جلاء العينين فى محاكمة الاحمدين، ص:٧٣**'' میں ان کتاب قصائد کا ذکر کرتے وقت ان کی نسبت شیخ الاسلام کی جانب ہی کی ہے۔

عبدالعزیز بن ناصر الرشید رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۸ھ) اپنے عقیدۂ واسطیہ کی شرح میں کہتے ہیں:''**قال الشيخ تقى الدين رحمه الله فى لاميته المشهورة**''.

ان کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ یہ ''منظومہ'' شیخ الاسلام ہی کا ہے۔

[التنبيهات السنية على العقيدة الواسطية: ص:١٢٧]

شیخ احمد بن حجر آل بوطامی رحمہ اللہ (ت:۱۴۲۳ھ) اس قصیدہ کی نسبت شیخ الاسلام کی جانب صحیح کہا ہے۔[الشيخ محمد بن عبد الوهاب المجدد المفترى عليه :ص:١٣٧]

الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین رحمہ اللہ (ت:۱۴۳۰ھ) نے اس قصیدہ کی شرح میں کئی ایک دلیلیں ذکر کی ہیں جن سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ شیخ الاسلام ہی کا لکھا ہوا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں:[شرح لامية شيخ الإسلام ابن تيمية:لفضيلة الشيخ الدكتور:عبدالله بن عبدالرحمن الجبرين، وخرج احاديثه وعلق عليه الدكتور:طارق الخويطر، نشر كنوز إشبيليا، الرياض، الطبعة الاولى عام ١٤٢٨هـ]

ان کے علاوہ کئی ایک علماء نے ابن تیمیہ ہی کی جانب اس نسبت کو تسلیم کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں:[بدر التمام شرح لامية شيخ الإسلام:ص:١٢]

ابن تیمیہ کی جانب اس قصیدہ کی نسبت کو صحیح کہنے والوں کے چند ایک دلائل مع تجزیہ:

۱۔ ابن تیمیہ کے کئی ایک مخطوطات کے بیچ میں یہ بھی مخطوطہ کی شکل میں پایا گیا ہے۔

مناقشہ: ابن تیمیہ کے کئی ایک مخطوطہ کے بیچ اس کا پایا جانا ابن تیمیہ کی جانب نسبت کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے۔

۲۔ بعض مخطوطات میں اس قصیدہ کی نسبت ابن تیمیہ ہی کی جانب مرقوم ہے۔

مناقشہ: اگر بعض مخطوطات میں اس کی نسبت ابن تیمیہ کی جانب ہے تو بعض مخطوطات میں نہیں بھی ہے۔اس وجہ سے جب تک اثبات کے لیے دوسرے قرائن نہ مل جائیں اس وقت تک صرف مخطوطات کا سہارا لے کر نسبت کو یقینی نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

۳۔ اس قصیدہ کی نسبت شیخ الاسلام ہی کی جانب مشہور ہے اور کئی سارے علماء نے اس کو مانا بھی ہے، گویا کہ تلقی بالقبول حاصل ہے۔

مناقشہ: نسبت کو ثابت کرنے کے لیے یہ کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کئی ایک کتابیں مل جائیں گی جن کی نسبت مشہور اصل مؤلف کے علاوہ کسی اور کی جانب ہے، لیکن تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ اس کے اصل مؤلف فلاں نہیں بلکہ فلاں ہیں۔ مجرد شہرت کسی چیز کی نسبت کو ثابت نہیں کرسکتی ہے۔

۴۔ کئی ایک متقدمین علماء نے اس منظومہ کی شرح اسی بنیاد پر کی ہے کہ یہ شیخ الاسلام کی شرح ہے۔

مناقشہ: کئی سارے علماء نے اس کی شرح اس منظوم کے سلف کے عقیدہ پر محیط ہونے کے سبب کیا ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ یہ شیخ الاسلام کے مصنفات میں سے ہے۔ اور بعض نے اس کی شہرت پر اعتبار کر کے بھی اس کی شرح کی ہے۔

دوسری رائے: علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ (ت:۱۴۲۱ھ) کہتے ہیں کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس منظومہ کی نسبت شیخ الاسلام کی جانب درست نہیں ہے۔[شرح السفارينية :ص:٤٢٧]

علامہ بکر عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ نے اس منظومہ کا ذکر ''الکتب المخولۃ علی شیخ الإسلام'' کے باب میں کیا ہے، جس کا

مطلب ہے کہ وہ کتب جن کی نسبت ابن تیمیہ کی جانب ہے، حالانکہ ان کی نسبت ابن تیمیہ کی جانب درست نہیں ہے۔

[المداخل إلى آثار شيخ الإسلام ابن تيمية:ص :۷۲]

نسبت کی نفی کرنے والے بطور دلیل ذکر کرتے ہیں۔

جن لوگوں نے بھی شیخ الاسلام کی مصنفات کا ذکر کیا ہے جیسے ابن رشیق ،ابن القیم ،ابن عبد الہادی ،ابن رجب وغیرہم، ان میں سے یا ان کے تلامذہ اور معاصرین میں سے کسی نے بھی اس کی نسبت ان کی جانب نہیں کی ہے اور نہ ہی ان کی مصنفات کی ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کا ابن تیمیہ کی جانب منسوب نہ کرنا بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ منظومہ ابن تیمیہ کا نہیں ہے۔

مناقشہ: شیخ الاسلام کی تالیفات بہت زیادہ ہیں، ان کا مکمل طور پر احصاء بہت مشکل ہے، جن لوگوں نے بھی ابن تیمیہ کی کتابوں کو شمار کیا ہے، ان میں سے کسی نے بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ انہوں نے ابن تیمیہ کی ساری کتابوں کو شمار کرلیا ہے، بلکہ انہوں نے مشہور ترین کتابوں اور بڑی کتابوں کو جمع کیا ہے، جہاں تک لامیہ کا معاملہ ہے تو اس کے مختصر اور کم ابیات کے سبب ممکن ہے بڑی کتابوں کے سبب چھوٹ گئی ہو۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ ابن رجب نے ابن تیمیہ کی تالیفات کے ضمن میں کہا ہے:

وَاَمَّا تصانيفه رحمه اللّٰه: فَهِيَ اشهر من اَن تذكر، واعرف من اَن تنكر. سارت مسير الشَّمْس فِي الاقطار، وامتلات بِهَا البلاد والامصار .قَدْ جاوزت حد الكثرة، فلا يمكن احد حصرها، ولا يتسع هَذَا المكان لعد المعروف منها، ولا ذكرها.

ولنذكر نبذه من اسماء اعيان المصنفات الكبار: كتاب"الإيمان"[ذيل طبقات الحنابلة:۵۲۰/۴]

ابن رجب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ کی ساری کتابوں کا حصر کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ہی کے شاگرد ابن عبد الہادی رحمہ اللہ کہتے ہیں: **"وللشيخ رَحمَه اللّٰه من المصنفات والفتاوى وَالْقَوَاعِد والاجوبة والرسائل وَغير ذَلِك من الْفَوَائِد مَالا يَنْضَبِط وَلَا اعلم احدا من مُتَقَدِّمي الْامة وَلَا متاخريها جمع مثل مَا جمع وَلَا صنف نَحْو مَا صنف وَلَا قَرِيبا من ذَلِك مَعَ اَن اَكثر تصانيفه إِنَّمَا املاها من حفظه وَكثير مِنْهَا صنفه فِي الْحَبْس وَلَيْسَ عِنْده مَا يحْتَاج إِلَيْهِ من الْكتب".**

ان کے شاگرد ابن عبد الہادی کہتے ہیں: "شیخ کی تصانیف، فتاویٰ، جوابات اور رسائل وغیرہ اتنے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے، میں متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کو نہیں جانتا ہوں کہ جس نے اتنا سب کچھ جمع کیا ہو، یا ان کی

طرح تصنیف کا کام، یا ان کے قریب تر بھی کچھ کیا ہو، باوجود اس کے کہ زیادہ تر تصنیفات انہوں نے اپنے حافظہ سے املا کرائی ہیں، اور ان میں سے اکثر کتابیں انہوں نے اس وقت لکھی ہیں جب وہ قید میں تھے، اور ان کے پاس وہ کتابیں موجود نہیں ہوتی تھیں جن کتابوں کی انہیں ضرورت ہوتی تھی۔[العقود الدرية من مناقب شيخ الإسلام احمد بن تيمية: ص:٤٢]

دوسری بات: شیخ الاسلام نے خود "مجموع الفتاوی" میں صفت کلام پر بات کرتے ہوئے اس شعر کو بغیر قائل کا نام ذکر کیے پیش کیا ہے، جس سے یہی اندازہ ہوتا ہے یہ منظوم ان کا نہیں ہے۔

مناقشہ: بسا اوقات شیخ اپنی جانب اس قصیدے کی نسبت تواضعاً نہیں کرتے ہیں، اور اس طریقہ پر متقدمین اور متاخرین کئی علماء چلے ہیں، جیسے ابن القیم وغیرہ۔ بطور مثال یہ عبارت پیش خدمت ہے۔

قال محمد حامد الفقی فی تعليقه علی إغاثة اللهفان ص :(٢٣١)معلقًا علی قول ابن القيم: وقال آخر واحسن ما شاء ، ثم ذكر ابياتًا: انا لا اشک فی ان هذا القائل هو الإمام المحقق الربانی الصادق ابن القيم، وهذا نفسه فی الشعر وروحه.

محمد حامد الفقی ابن قیم کے قول "وقال آخر واحسن ما شاء" پر تعلیق چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: "مجھے اس شعر کے قائل کے تعلق سے ذرا برابر بھی شک نہیں ہے اور وہ قائل ابن قیم رحمہ اللہ ہیں۔

کئی دفعہ خود ابن عثیمین رحمہ اللہ اپنے نظم کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**قال الناظم**" اور اس سے وہ خود ہی مراد ہوا کرتے ہیں۔

معاصر علماء میں شیخ عبدالرزاق البدر اور شیخ صالح السحیمی حفظہما اللہ کا کہنا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اسلوب اور منہج اور اس کتاب کے اسلوب اور منہج سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخ الاسلام ہی کی کتاب ہے۔ (یوٹیوب پر دونوں کے محاضرات موجود ہیں۔

تیسری رائے: توقف اختیار کرنا

سبب تالیف: کسی نے مستقل کوئی سبب تالیف نہیں ذکر کیا ہے، البتہ قصیدہ سے اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام نے کسی استفسار کے جواب میں اسے تالیف کیا ہے۔

وجہ تسمیہ: کیونکہ اس کا قافیہ لام پر ختم ہوتا ہے، اس اعتبار سے اسے قصیدہ لامیہ کہا جاتا ہے۔

ابیات کی تعداد: کل ۱۶/ابیات اس منظومہ میں ہیں۔

مشتملات کتاب: اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے کئی ایک اعتقادی مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں بات کی گئی ہے، صحابۂ کرام سے محبت کرنا اوران کی تعریف کرنا، ان کے آپس میں تفاضل کو ماننا، اہل بیت سے محبت کرنا، صحابۂ کرام اوراہل بیت کے سلسلہ میں منحرف اور مضل (جیسے شیعہ اورخوارج) جماعتوں کے راستہ پر چلنے سے بچنے کی ہدایت۔

توحید سے پہلے صحابہ کے مسائل ذکر کرنے کے اسباب:

چند اسباب کی بنیاد پر شیخ الاسلام نے اس قصیدہ کی شروعات توحید سے نہ کرکے صحابۂ کرام سے کی ہے۔

۱۔ پہلے پہل جن مسائل میں اختلاف پیدا ہوا ان میں حب صحابہ بھی ہے، صحابۂ کرام پر ردوقدح کی شروعات عہد عثمانی میں ہی شروع ہو چکا تھا، جن عقدی مسائل میں لوگ انحراف کے شکار ہوئے ان میں حب صحابہ بھی ہے، اسی وجہ سے شیخ الاسلام نے پہلے اسی پر ترکیز کیا ہے۔

۲۔ صحابۂ کرام ہی نے ہم تک عقیدہ اور دین کے دیگر مسائل کو پہنچایا ہے، اور ایک قاعدہ ہے ”إذا قدح في النقال قدح فيما نقلوه“ نقل کرنے والوں کو تنقید کا نشانہ بنانے کا مطلب ہے جو باتیں ان سے منقول ہیں انہیں تنقید کا نشانہ بنانا ہے۔ جب آپ کسی شخص سے کہتے ہیں ”تم سچ نہیں بولتے ہو“ تو اس سے فوراً یہ لازم آتا ہے کہ میں تمہاری کسی بھی بات کو تسلیم نہیں کروں گا، جب آپ نے ناقل کی جرح کردی، تو گویا کہ آپ نے اس کی طرف سے منقول باتوں کی بھی جرح کردی، اسی وجہ سے شیخ الاسلام نے بطور قاعدہ کے یہ بیان کردیا کہ صحیح منہج یہ ہے کہ ہم صحابہ سے محبت کریں اور جو کچھ وہ نبی سے روایت کریں اسے تسلیم کریں۔

۳۔ جو صحیح منہج کا پیروکار بننا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ منہج صحابہ پر کاربند رہے، اس کتاب کے شارح علامہ مرداوی رحمہ اللہ صحابہ کے فضائل سے شروعات کا سبب ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ صحابہ کا مسئلہ ہمارے عقیدہ سے جڑا ہوا ہے، قرآن وحدیث ان کی تعریف سے بھرے پڑے ہیں، صحابہ پر جرح دراصل دین پر جرح کرنا ہے، صحابۂ کرام پر جرح ان اہم ترین عقدی مسائل میں سے ہے جن میں انحراف کا شکار ایک بڑی جماعت ہوئی“، آگے علامہ مرداوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”ہم پر صحابہ سے محبت کرنا واجب ہے، ان کے منہج کو اپنانا اوران کے عقیدہ پر ڈٹے رہنا ہماری ذمہ داری ہے، کیونکہ سب سے پہلے کتاب وسنت کا فہم اور عقدی مسائل ہمیں انہیں سے اخذ کرنا ہے، اولین مخاطب بھی وہی ہیں۔

فوائد علمیہ:

۱۔ صحابۂ کرام سے محبت کرنا ہی صحیح منہج ومسلک ہے۔ اسی طریقہ سے ان سے اوراہل بیت سے محبت عبادت بھی ہے۔

۲۔ تفاضل صحابہ نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے، اس وجہ سے اسے بھی تسلیم کرنا ضروری ہے۔

۳۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سارے صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔

۴۔ سلف میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں رہا ہے کہ قرآن قدیم ہے، بلکہ کریم ہے۔ اور اکثر نسخوں میں بھی یہی ہے۔

۵۔ اہل سنت والجماعت صفات کے تعلق سے وارد آیات کو بعینہ مانتے ہیں۔ اور اسے بغیر تحریف، تعطیل، تمثیل اور تکییف کے بیان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ تخیلات بھی صفات کے تعلق سے منع ہیں۔

۶۔ بروز قیامت مومنین اپنے رب کو دیکھیں گے اور یہ نصوص کتاب وسنت سے ثابت شدہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے۔

۷۔ یہ بات بھی ہمارے عقیدہ کا حصہ ہے کہ ہم بغیر کیفیت بیان کیے اللہ رب العالمین کے آسمان دنیا کی طرف صفت نزول کو مانیں۔

۸۔ بروز قیامت میزان میں نامۂ اعمال وزن کئے جائیں گے اور اللہ کے نبی ﷺ کو بروز قیامت حوض کوثر بھی عطا کیا جائے گا۔

۹۔ پل صراط کا ثبوت نصوص سے ہے۔

۱۰۔ بدبخت اور شقی کا ٹھکانہ جہنم ہے، اہل تقویٰ کے لیے جنت ہے۔ اسی طرح جنت وجہنم برحق ہیں۔

۱۱۔ انسان کے ساتھ قبر میں اس کے اعمال کے اعتبار سے سلوک کیا جائے گا۔ (بدبخت ہے تو عذاب قبر اور نیک ہے تو جنت کی نعمتیں)

۱۲۔ ان تمام مسائل پر امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد جیسے ائمہ کبار کا اتفاق ہے۔ مذکورہ عقائد پر ایمان لانے والے دنیا وآخرت میں کامیاب ہیں اور جو ان عقائد کا انکار کرے وہ ناکامیاب ہے۔

شروحات، حواشی، تعلیقات اور بعض شروحات کا تعارف:

۱۔ اللآلی البهية شرح لامية شيخ الإسلام ابن تيمية لاحمد بن عبد الله المرداوی الحنبلی (كان حيا سنة: ١٢٣٦)

یہ ۲۲۴ صفحات پر مشتمل مفصل شرح ہے، اہل علم کے اقوال کی روشنی میں شرح کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس شرح میں بعض باتیں قابل گرفت یا ملاحظہ ہیں، اس کتاب کے محقق ایاد بن عبداللطیف القیسی نے مقدمہ اور حواشی میں قابل گرفت مقامات کی وضاحت کردی ہے، شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کی تعلیقات کا اضافہ بھی اس میں موجود ہے، یہ شرح مبتدی طالب علم کے لیے بالکل بھی مناسب نہیں ہے، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مرداوی کی شرح سے پہلے اس منظومہ کی شرح موجود نہیں تھی۔

۲۔ الفوائد البهية فی شرح لامية شيخ الإسلام ابن تيمية لمحمد بن علی البعدانی.

یہ ایک متوسط اور عمدہ شرح ہے، جس میں قرآنی آیات، احادیث اور معروف اہل علم کے اقوال کا اہتمام کیا گیا ہے، ہر باب میں مشہور شبہات اور ان پر رد کرنے کا بھی اہتمام اہل علم کے اقوال کی روشنی میں کیا گیا ہے، یہ ایک مناسب شرح ہے جو کہ ۹۰ صفحات پر محیط ہے۔

۳۔ شرح لامية شيخ الإسلام من كلام شيخ الإسلام . د/طالب بن عمر بن حيدرة الكثيری.

یہ شرح اس اعتبار سے دوسری شروحات سے ممتاز ہے کہ منظومہ کی شرح ابن تیمیہ کے اقوال کی روشنی میں ہے۔ ۳۸ صفحات پر یہ شرح منحصر ہے۔

۴۔ شرح القصيدة اللامية لابن تيمية لصالح بن سعد السحيمی.

یہ شیخ کے دروس سے ترتیب دی گئی شرح ہے، جس میں شیخ نے قصیدۂ لامیہ میں موجود عقدی مسائل کی شرح اجمالی طور پر کی ہے۔ مبتدئین کے لیے یہ مناسب شرح ہے۔ ۳۶ صفحات پر یہ شرح مشتمل ہے۔

۵۔ بدر التمام شرح لامية شيخ الإسلام لعبد الرحمن العقل.

یہ شرح ۱۱۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس شرح میں نسبت کتاب کے تعلق سے شاندار گفتگو شارح نے کی ہے۔

۶۔ شرح لامية شيخ الإسلام لعبد الله حمود الفريح.

یہ شرح ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس شرح کے اندر بعض مبتدعین کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

۷۔ تعليقات علی لامية ابن تيمية لزيد بن فالح الربع. یہ شرح ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

۸۔ الفوائد السنية شرح العقيدة اللامية لمحمد هشام طاهری. یہ شرح ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

۹۔ شرح لامية شيخ الإسلام ابن تيمية لعبد الكريم الخضير.

۱۰۔ التقريرات علی (شرح لامية ابن تيمية لابن جبرين) لصالح العصيمی.

۱۱۔ شرح لامية ابن تيمية للعلامة ابن جبرين.

۱۲۔ شرح لامية شيخ الإسلام ابن تيمية لعبد الرزاق بن عبد المحسن البدر وغيرها من الشروح الطيبة المباركة. مستفاد من تحریر: ابو وریف بدر عبداللہ الصاعدی

۱۳۔ تاب شرح لامية ابن تيمية، عمر العيد

جاری..................

سوشل میڈیا کے فوائد و نقصانات

ابوعفیفہ فرقان جمیل رحمانی

سوشل میڈیا عہد جدید کے مخترعات میں سے ہے، اور ترقی کا ایک عظیم شاہکار ہے، سوشل میڈیا سماج کے ہر فرد کا جزء لاینفک اور اس کی ذات کا ایک حصہ بن گیا ہے، اس کا استعمال ایک زمانہ کررہا ہے، خورد وکلاں، اصاغر واکابر، صنف قوی اور صنف نازک غرض ہر کس وناکس کے ہاتھ میں ایک عدد موبائل ضرور ہوتی ہے اس کے خرید میں نہ غربت وافلاس مانع ہوتا ہے نہ تقویٰ اور بے راہ روی کا خدشہ حائل ہوتا ہے، سوشل میڈیا کا استعمال بذاتہ شجر ممنوعہ نہیں ہے بلکہ اس کی حلت و حرمت کا انحصار طریقۂ استعمال پر ہے اگر اس کا استعمال مفضی الی الحرام اور مفضی الی ترک الفریضہ ہو تو ناجائز ہے بصورت دیگر جائز ہے، اس کا استعمال داخل جنت بھی ہے اور واصل جہنم بھی، مگر ظاہر سی بات ہے فہم وبصیرت سے عاری عقل اور خوف وخشیت سے خالی دل رکھنے والا شخص اس کے اچھے استعمال کی سعادت سے محروم ہی رہتا ہے۔

سوشل میڈیا کے فوائد وثمرات بھی مسلم ہیں اور اس کے نقصانات ومضرات سے بھی کسی کو مجالِ انکار نہیں، سوشل میڈیا کے فوائد وثمرات کی فہرست بہت طویل ہے، وہ امور جو بذریعۂ کرامت ومعجزہ کے انجام پاسکتے تھے انہیں سوشل میڈیا انجام دے رہا ہے، سوشل میڈیا خبر رسانی اور فراہمیٔ اطلاعات کا ایک مفید اور موثر ذریعہ ہے، اس کے ذریعہ رسائل وخطوط اور پیغامات چشم زدن میں عالمی سطح پر بھیجے جاسکتے ہیں، سوشل میڈیا نے ابلاغ اور خبر رسانی کے لئے قریہ نوردی، میلوں کے سفر اور مہینوں کے انتظار جیسے دقت طلب قیود وشروط سے ہمیں آزاد کردیا ہے، سوشل میڈیا کی وجہ سے دور دراز علاقوں میں قیام پذیر اعزاء واقرباء، دوست واحباب اور سماج والوں کے رابطہ میں رہنا، ان کا دیدار کرنا، سماجی اور ملکی حالات وکوائف سے باخبر رہنا، آن لائن شاپنگ کرنا، آن لائن تعلیم حاصل کرنا، آن لائن میٹنگ کرنا اور آن لائن پروگرامز کا انعقاد کرنا، اسی طرح تجارتی امور انجام دینا ممکن ہوگیا ہے، سوشل میڈیا سے دینی خدمات بھی لیے جاسکتے ہیں، علمائے کرام کے اہم موضوعات اور تقاریر سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، قابل قلمکاروں کے پرمغز نگارشات اور تخلیقات کو پڑھا جاسکتا ہے، علمی اور مستند کتابوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، علماء کے شہرہ آفاق اور مایہ ناز تصانیف تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ذریعے حدیثیں نشر کی جاسکتی ہیں، مآخذ ومصادر تلاش کئے جاسکتے ہیں، حدیث کے صحت وسقم میں تمیز کی جاسکتی ہے، مسائل کا استخراج کیا جاسکتا ہے، ایک اور بڑا فائدہ یہ کہ منبر ومحراب نہ ملنے کی صورت میں بھی اپنی صلاحیتوں کو منصۂ شہود پر لایا جاسکتا ہے، متلاشیانِ حق کی رہنمائی کی جاسکتی ہے جو بقول نبی ﷺ "فواللہ لأن یھدی اللہ بک رجلا واحداً خیر لک من أن یکون لک حمر النعم" (بخاری) ایک عظیم اجر وثواب ہے۔

آج جب کہ نت نئے فتنے سر اٹھارہے ہیں، باطل افکار ونظریات کی حامل جماعتیں اور تنظیمیں فکری یلغار کر رہی ہیں، شکوک وشبہات کے ذریعے کم سواد اور سادہ لوح مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی سعیٔ پیہم کر رہی ہیں، زبان کے جادو اور الفاظ کے طلسم کے ذریعے اسلام کے صاف وشفاف تعلیمات سے بدظن کر رہی ہیں ایسے پرفتن حالات میں سوشل میڈیا کے ذریعے علماء کے رابطے میں رہ کر ایک ایک قدم پر ان کی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے، سوشل میڈیا کے ذریعے دین اسلام کو بڑے پیمانے پر فروغ دیا جاسکتا ہے، خصوصاً یوٹیوب اور فیس بک وغیرہ کے ذریعے بیک وقت ہزاروں لوگوں کو دین اسلام سے روشناس کرایا جاسکتا ہے آپ ﷺ نے بھی دعوت دین کے لیے میڈیا کا استعمال کیا، اس کے لیے اُس زمانے کے سب سے اعلیٰ میڈیا صفا پہاڑی کو اپنی اولین دعوت توحید کے لیے استعمال کیا، اسی طرح آپ ﷺ ایام حج میں مکہ آئے ہوئے حجاج کے پاس اور اس علاقے کے مشہور بازار عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ جا کر دعوت دین کا فریضہ انجام دیتے۔ یہ تو تھے سوشل میڈیا کے فوائد جو ایک مخصوص دائرے میں رہتے ہوئے ہوئے اسے استعمال کرنے کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں مگر حد سے تجاوز کرنے کی صورت میں اس کے بہت سارے نقصانات بھی ہیں سوشل میڈیا کا کثرت استعمال تعلیم کو بہت متاثر کرتا ہے، اسباق یاد نہ کرنے ہوم ورک نہ کرنے میں سوشل میڈیا کا بڑا دخل ہوتا ہے، اسی طرح سوشل میڈیا کی وجہ سے وقت کا ضیاع ہو رہا ہے، بصارتیں کمزور ہو رہی ہیں، عبادتیں متاثر ہو رہی ہیں، نمازیں موخر ہو رہی ہیں، عبادتوں میں ریا ونمود کی آمیزش ہو رہی ہے، سماج سے قطع تعلقی ہو رہی ہے، مجلسوں سے دلچسپی ختم ہو رہی ہے، بڑوں کی حکم عدولی ہو رہی ہے، ذکر و اذکار کی جگہ گانوں اور گیتوں نے لے لیا ہے، مخرب اخلاق فلمیں اور ڈرامے اخلاقی قدروں کو منہدم کر رہے ہیں، فحش اور عریاں تصاویر کے ذریعے ہیجان انگیز ماحول قائم کیا جارہا ہے، ناجائز تعلقات بھی اسی کی رہین منت ہیں، خلوتیں گناہوں کی لپیٹ میں آرہی ہیں، حالانکہ آپ ﷺ نے تنہائی میں گناہ کرنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے کہ ایسے لوگوں کے حسنات کو اللہ تعالیٰ ذرات میں تبدیل کردے گا، اسی طرح دینی واصلاحی دروس سے بے رغبتی اور علماء کی صحبت سے دوری اسی سوشل میڈیا کا نتیجہ ہے، حصول علم کے لئے محض مطالعہ کو کافی سمجھا جارہا ہے جو بہت ہی مضر ہے کیونکہ بعض مسائل بہت لطیف ہوتے ہیں اور فہم وادراک کے عمومی سطح سے بلند ہوتے ہیں اسی لیے سلف صالحین صحفیوں کو ناپسند کرتے تھے، اسی طرح خودتراشیدہ اور موضوع احادیث نشر کرنا اور بغیر تحقیق آثار واحادیث کو پھیلانے کا کام بھی اسی سوشل میڈیا سے لیا جاتا ہے حالانکہ یہ بہت بڑی جسارت ہے، اس بارے میں بہت سخت وعید وارد ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“ (بخاری) اسی طرح اور دیگر کئی سارے نقصانات ہیں جو سوشل میڈیا کے بے جا استعمال سے جنم لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سوشل میڈیا کا اچھا استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خواتین قلمکار کے لیے ماہانہ مجلہ ”اہل السنۃ“ ممبئی کی ایک جدید پیشکش

اهلُ السُنّة
Ahl Us Sunnah

December 2024 | دسمبر ۲۰۲۴ء

گوشۂ خواتین

فہرست

قرآن مجید سے حصول برکت کے اسباب ومواقع	ام محمد خوشنما مصلح الدین	42
تکبر شریعت کی عدالت میں	سہلہ تبسم بنت امجد اعظمی	44
توفیق الٰہی کے اسباب وشرائط	ام عذراء فرزانہ صالحاتی	46

ایڈیٹر: ام محمد خوشنما مصلح الدین حفظہا اللہ
(طالبہ ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سعودی عرب)

رابطہ نمبر برائے خواتین قلمکار
+91 -7045788737
ahlussunnah.ms@gmail.com

قرآن مجید سے حصول برکت کے اسباب و مواقع

ام محمد خوشنما مصلح الدین جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

جو شخص اپنی عمر، وقت، اہل وعیال اور مال و دولت میں برکت چاہتا ہے اسے قرآن سے وابستہ رہنا چاہئے، جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ ''اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بڑی خیر و برکت والی بنا کر نازل کیا ہے''۔[الانعام:۱۵۵]

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ قرآن مجید کے بابرکت ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''قرآن کریم کا مبارک (یعنی بابرکت) ہونا اس میں بھلائی کی کثرت، بھلائی کی نشونما اور اس میں اضافے کا تقاضا کرتا ہے، اس قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی چیز بابرکت نہیں کیونکہ ہر بھلائی، ہر نعمت، دینی، دنیاوی اور اخروی امور میں ہر اضافہ اسی کے سبب سے ہے اور اس پر عمل کے آثار ہیں۔

جب ذکر بابرکت ہو تو اس کو قبول کرنا، اس کی اطاعت کرنا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا واجب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس جلیل القدر نعمت کا شکر ادا ہو، اس کو قائم کیا جا سکے اور اس کے الفاظ و معانی کو سیکھ کر اس سے برکت حاصل کی جائے اور اس رویے سے متضاد رویہ یعنی اس سے روگردانی کرنا، اسے درخور اعتنا سمجھنا، اس کا انکار کرنا اور اس پر ایمان نہ لانا سب سے بڑا کفر، شدید ترین جہالت اور سخت ظلم ہے''۔[تفسیر السعدی:ص:۵۲۵]

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا:

''قرآن ایک بابرکت کتاب ہے، اس عظیم قرآن کے ذریعے ہر قسم کی برکت حاصل ہوتی ہے''۔[شرح الواسطية للشيخ ابن عثيمين:۴۳۸/۱]

چنانچہ اسی سلسلہ میں شیخ ڈاکٹر صالح العصیمی حفظہ اللہ قرآن مجید سے حصول برکت کے مواقع ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''قرآن مجید سے حصول برکت کے سات مواقع ہیں جن کے ذریعہ ایک مسلمان برکتیں حاصل کر سکتا ہے:

(۱) تلاوت قرآن مجید سے:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ * خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ * اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ ''اپنے رب کے

نام سے پڑھیں جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، آپ پڑھتے رہیں، آپ کا رب بڑے کرم والا ہے''۔[العلق:۱-۳]

(۲) استماع قرآن (غور سے سننے) سے:

﴿وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَه وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت (کا نزول) ہو''۔[الاعراف:۲۰۴]

(۳) قرآن مجید کا علم حاصل کرنے سے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''(وہی) رحمٰن (ہے جس) نے، قرآن سکھایا''۔[الرحمٰن:۱-۲]

(۴) قرآن مجید پر عمل کرنے سے:

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بڑی خیر و برکت والی بنا کر نازل کیا ہے، سو اس کی اتباع کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت (کا نزول) ہو''۔[الانعام:۱۵۵]

(۵) قرآن مجید کے ذریعہ نصیحت حاصل کرنے سے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں''۔[ص:۲۹]

(۶) قرآن مجید سے شفا طلب کرنے کے ذریعہ سے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔[الاسراء:۸۲]

(۷) قرآن مجید کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنے سے:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے''۔[المائدۃ:۵۰] انتہی [من دروس شرح تفسير السعدی للشیخ صالح العصیمی:۱۱۳۹]

☆☆☆

تکبر شریعت کی عدالت میں

سہلہ تبسم بنت امجد اعظمی

تکبر کے لغوی معانی بڑائی کے ہیں، اور اصطلاح میں تکبر اس کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بڑا اور حقیر سمجھتا ہے۔

تکبر کے دو جزء حدیث میں بیان کئے گئے ہیں، رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”تکبر: حق کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے“۔[صحیح مسلم: ٢٦٥]

اللہ تعالیٰ غرور و تکبر کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے، جبکہ عاجزی وانکساری کرنے والوں کو سربلند کرتا ہے، تکبر و غرور کا نتیجہ دونوں جہان میں صرف اور صرف ذلت و رسوائی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابلیس کی ذلت کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جب اللہ تعالیٰ نے اس کو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو اس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔[سورہ بقرہ: ٣٤]

بلاشبہ تکبر ایسا گناہ ہے جو اللہ کی طرف رجوع سے روکتا ہے، اور جب تکبر کرنے والا اپنے گناہ پر ہیشگی برتتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے، تکبر کی وجہ سے متقی و پرہیزگار لوگ بھی فساق و فجار کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔

تکبر کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، بسا اوقات انسان اپنے کثرت علم کی بنا پر تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بہتر وافضل سمجھنے لگتا ہے حالانکہ علم پر تکبر کے نتیجے میں ہی شیطان کو ذلت و رسوائی ملی۔

شہرت کی بلندی بھی پل بھر کا تماشا ہے   جس ڈال پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

بعض اوقات انسان اپنے حسب و نسب، مال و دولت اور اپنے عہدے و منصب پر تکبر کرنے لگتا ہے، اور وہ یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ ساری چیزیں مجھے اپنی طاقت و قوت سے ملی ہیں، لہٰذا وہ اپنے آپ پر فخر کرنے لگتا ہے اور دوسرے لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ متکبرانہ چال چلتا ہے اور یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعظیم و تکریم کریں اور وہ لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھے، متکبر چاہتا ہے کہ جب بھی وہ کسی مجلس سے گزرے تو لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہوں حالانکہ ایسے ہی متکبر لوگوں کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جو شخص اپنے احترام میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“۔[سنن ترمذی: ٢٧٥٥، صحیح]

قرآن مجید میں بھی تکبر کرنے والوں کے سلسلے میں سخت وعیدیں آئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ ”کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے“؟[سورہ زمر: ٦٠]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ولا تَمشِ فِی الاَرضِ مَرحاً اِنّکَ لَن تَخرِقَ الارضَ وَ لَن تَبلُغَ الجِبالَ طولا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے''۔[سورة بنی اسرائیل :۳۷]

تکبر کے بارے میں حدیث میں ہے کہ: ''عزت اللہ عزوجل کا تہبند ہے اور کبریائی اس (کے کندھوں) کی چادر ہے، جو شخص ان (صفات) کے معاملے میں اس کے مدمقابل میں آئے گا، وہ اسے عذاب دے گا''۔[صحيح مسلم :٦٦٨٠]

تکبر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نیچے گرا دیتا ہے، اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا، دنیا والوں کی نگاہوں میں بھی حقیر سے حقیر تر ہوتا جاتا ہے، پھر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تین (قسم کے لوگ) ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک فرمائے گا (ابو معاویہ) نے کہا: نہ ان کی طرف دیکھے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور تکبر کرنے والا عیال دار محتاج''۔[صحيح مسلم :١٠٧]

ایک دوسرے مقام پر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

''جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، ایک آدمی نے کہا: انسان چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ خود جمیل ہے، وہ جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر: حق کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے''۔[صحيح مسلم :٢٦٥]

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو صرف اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت و سربلندی عطا فرماتا ہے''۔[صحيح مسلم :٦٥٩٢]

یاد رکھیے: کبریائی و بڑائی صرف اور صرف اللہ ربّ العزت کے لیے ہے کیونکہ وہی اپنی ذات وصفات میں یکتا و کامل ہے، اس کی ذات ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے اس لئے عظمت و کبریائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے اور اسی کے شایان شان ہے، لہٰذا بندوں کو چاہیے کہ تواضع وانکساری کو اپنا شیوہ بنائیں کیوں کہ تواضع وانکساری باعزت اور شریف لوگوں کی عادات واطوار ہیں اور تکبر وغرور برے لوگوں کی عادت وخصلت، تکبر وغرور جیسی مہلک وموذی بیماری سے اللہ ہمیں محفوظ رکھے اور ہمارے اندر تواضع وانکساری کی صفت پیدا کردے۔ آمین

خاکساری سے نہیں گھٹتی کسی کی عزت ‌ ‌ ‌ وہ تکبر ہے جو پستی میں ملا دیتا ہے

توفیق الٰہی کے اسباب و شرائط

ام عذراء فرزانہ صالحاتی

کوئی بھی نیک عمل اللہ کی توفیق کے بنا ناممکن ہے، کیونکہ ہر کام میں اللہ کی جانب سے بندے کو توفیق ملنا گویا اب اس کا یہ عمل قبولیت کے درجہ کو پہنچتا ہے۔

نیک اعمال ایک مسلمان کا رَأس المال ہیں، انہی کے لیے وہ پیدا ہوا، انہی کا حساب ہوگا اور انہی پر اس کی دنیوی اور اخروی زندگی کا دارومدار ہے، اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے نیک اعمال کی طرف رغبت دلائی ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے نیک اعمال قبول کرنے اور ان پر دنیا و آخرت میں بہترین اجر و ثواب دینے کا وعدہ کیا ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا﴾

''اور جو بھی نیک کام کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحب ایمان بھی ہو، ان سب کو جنّت میں داخل کیا جائے گا اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا''۔[النساء: ۱۲۴]

ہر مسلمان نیک اعمال کرنا چاہتا ہے لیکن ہر کسی کو اس کی توفیق نہیں ہوتی کیونکہ توفیق تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملتی ہے، نیک عمل کی توفیق بعض شرائط پوری کرنے پر ہی ملتی ہے، پھر نیک عمل انجام دینے کے بعد اس کی قبولیت اور حفاظت کے بھی بعض شروط ہیں ان سب کا جاننا ایک مسلمان کے لیے بے حد ضروری ہے۔

نیک عمل کی توفیق اور اس کی قبولیت کے لیے چند شروط:

(۱) ایمان (۲) اخلاص (۳) محبت الٰہی (۴) خشیت الٰہی (۵) اتباع سنت

(۱) پہلی شرط: ایمان باللہ :

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایمان قول اور عمل ہے، قول دل (کا اعتقاد) اور زبان (کا اقرار) اور عمل دل، زبان اور اعضائے جسمانی کا، اور یہ کہ ایمان اطاعت سے بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے اور معصیت سے اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔[مجموع الفتاوی: ۱۲/۳، ۱۵۱-۴۷۱]

ایمان باللہ نیک اعمال کی توفیق، اس کی قبولیت اور اس پر اجر ملنے کی پہلی سیڑھی ہے، ایمان کے بغیر کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوسکتا، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

''جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن) (ایمان والا) (ہو تو ہم اسے (دنیا) میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق عطا کریں گے''۔[سورۃ النحل:۹۷]

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے والوں کے لیے دنیاوی اور اخروی ثواب کا ذکر فرمایا:''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ''. ''جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت وہ مومن ہو'' اس لیے کہ ایمان''عمل صالح کی صحت اور اس کی قبولیت کے لیے شرط ہے بلکہ عمل صالح کو ایمان کے بغیر عمل صالح کہا ہی نہیں جا سکتا، ایمان عمل صالح کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ ایمان تصدیق جازم کا نام ہے، واجبات و مستحبات پر مشتمل اعمال جوارح ایمان کا ثمرہ ہیں۔

پس جو کوئی ایمان اور عمل صالح کو جمع کر لیتا ہے''فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً''. ''تو ہم اس کو زندگی دیں گے اچھی زندگی'' یہ زندگی اطمینان قلب، سکون نفس اور ان امور کی طرف عدم التفات پر مشتمل ہے جو قلب کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح رزق حلال سے نوازتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ ''وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ'' ''اور ہم بدلے میں دیں گے ان کو'' یعنی آخرت میں ''أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ'' ''ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مختلف قسم کی لذات سے نوازے گا جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں کبھی ان کا خیال گزرا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی بھلائی سے نوازے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔ (تفسیر تیسیر الرحمٰن، تفسیر ابن کثیر، تفسیر السعدی، سورۃ النحل:۱۶/۹۷)

اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کی قبولیت کو ایمان کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

(۲) دوسری شرط: اخلاص

اخلاص یہ ہے کہ نیک عمل خالصتاً اللہ کے لیے ہو اور اس کا مقصود دنیا کا حصول، ریا کاری یا غیر اللہ کی خوشنودی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾

''پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے''۔[سورة الكهف: ١١٠]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ کے نزدیک عمل مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں:

ایک تو یہ کہ وہ شریعت محمدیہ کے مطابق ہو، اور دوسری یہ کہ اس سے مقصود صرف اللہ کی خوشنودی ہو، شہرت، نام و نمود، ریا کاری یا کوئی اور دنیاوی غرض مقصود نہ ہو۔(تفسیر ابن کثیر: ۱۸/۱۱۰)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دین میں اخلاص پیدا کر، تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔[أخرجه الحاكم في المستدرك: ٤/ ٣٤١]

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لوگوں کی خاطر عمل ترک کر دینا ریا ہے، اور لوگوں کی خاطر عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان دونوں باتوں سے محفوظ رکھے''۔[وابن قيم الجوزية في مدارج السالكين، ٢/ ٦٩]

(۳،۴) تیسری و چوتھی شرط: محبت الٰہی وخشیت الٰہی:

یہ دونوں شرائط بھی ضروری ہیں، کیونکہ ہر وہ عمل جو خشیتِ الٰہی اور محبتِ الٰہی پر مبنی نہ ہو، وہ عبادت نہیں ہے، اللہ کو غایت درجے کی محبت جو عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہو وہ مطلوب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں''۔[سورة البقرة: ١٦٥]

آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایماندار اللہ تعالیٰ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں، ان کے دل عظمت الٰہی اور توحید ربانی سے معمور ہوتے ہیں، وہ اللہ کے سوا دوسرے سے ایسی محبت نہیں کرتے، نہ کسی اور سے التجا کرتے ہیں نہ

دوسروں کی طرف جھکتے ہیں اور نہ اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

اور حقیقتاً یہی محبت الٰہی وخشیتِ الٰہی ہے۔جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا گناہ اللہ کے یہاں سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔[صحيح بخاري: ٧٥٢٠]

اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اہل ایمان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف کس درجہ کا ہونا چاہیے؟

اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرو، برائی کے بعد (جو تم سے ہو جائے) بھلائی کرو جو برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ“۔[جامع الترمذي:١٩٨٧، حسن صحيح، وحسنه الألباني]

غور طلب:

”اتَّقِ اللّٰهِ حيثُ ما كنتَ“، بہت ہی جامع کلمہ ہے، ہم تنہائی میں ہوتے ہیں ساتھ میں نٹ والا موبائل ہوتا ہے، اس میں خواہشات نفس کا ہر سامان موجود ہے، اللہ کا خوف نہیں ہوگا تو یہاں برائی کرنے سے نہیں رک سکتے، کسی کے ذمہ کمپنی کا حساب وکتاب ہو تو اس معاملے میں وہی امین ہوگا جو اللہ سے ڈرنے والا ہوگا لیکن اکثر لوگ اللہ سے نڈر ہیں، آج برائی کا زمانہ ہے، معمولی پیسوں میں زنا کرنے کا موقع مل جاتا ہے، شیطان بہکا کر شیطانی کام کرواتا ہے، بچتا وہی ہے جو اللہ کا خوف کھاتا ہے۔

غور کیا جائے تو آج ہمارے پاس ہر قسم کا خوف ہے، غربت کا خوف ہے، دشمن کا خوف ہے، نوکری چلے جانے کا خوف ہے، تنخواہ کٹ جانے کا خوف ہے، بیماری کا خوف ہے،۔ ناکامی کا خوف ہے، اگر خوف نہیں تو اللہ کا خوف نہیں ہے جبکہ صرف اور صرف اللہ کا خوف ہونا چاہئے۔

(۵) پانچویں شرط: اتباع سنت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے، رسول اللہ ﷺ سے محبت اور تعلقات

مضبوط کرنے کا حکم دیا ہے، یہ بھی کہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے ہاں کسی بھی دیگر چیز سے زیادہ محبوب ہونے چاہیے، پھر آپ ﷺ نے اپنی اطاعت اور محبت کے عوض اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی کی ضمانت بھی دی ہے“۔[مجموع الفتاوی: ١/ ٣٣٤]

عمل اگر سنت کے مطابق نہ ہو تو وہ کھوٹا سکہ یا گھٹیا مال ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں، قرآن وحدیث کی دلیلیں اتباع سنت کے احکام سے بھری پڑی ہیں، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع کریں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّـهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّـهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

”(آپ ﷺ) فرمادیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنالے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرمادے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے“۔[آل عمران: ٣١]

اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَن عَمِلَ عَمَلًا ليسَ عليه أمْرُنا فَهو رَدٌّ“.

”جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو (یعنی دین میں ایسا عمل نکالے) تو وہ مردود ہے“۔[صحيح مسلم: ١٧١٨، صحيح بخاری: ٢٦٩٧]

اس حدیث کے متعلق امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہ حدیث اسلام کے قواعد میں سے ایک عظیم قاعدہ ہے اور یہ نبی ﷺ کے جامع الکلم میں سے ہے اور یہ بدعات ونئی ایجادات کی تردید میں صریح حدیث ہے“۔[شرح مسلم للنووی: ١٥/٢ ح ١٧١٨]

خلاصۂ کلام:

مذکورہ اسباب وشرائط پر تدبر وغور وفکر اختیار کرتے ہوئے بندہ اللہ کے احسان وفضل کو ہمہ وقت یاد رکھے کہ اللہ نے انہیں ہدایت سے سرفراز کیا، اس کی مدد ونصرت فرمائی اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشی اور دنیا میں بہترین خوش حال و اطمینان بخش زندگی عطا فرمائی اور ہر طرح کی خیر وبھلائی عطا فرمائی۔

☆☆☆

☆

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

آئی آئی سی ماہانہ راشن پیکیج

IIC Monthly Ration Package

Per Package Rs. 1700/-

Rahem Karne Walon Par Allah Rahem Karta Hai. Tum Log Zameen Walon Par Rahem Karo, Aasmaan Wala Tum Par Rahem Karega.
(Tirmizi : 1924)

1. Rice 10 kg.
2. Wheat Flour 10kg
3. Tuwar Dal 1 kg.
4. Vatana Dal 1 kg.
5. Masur Dal 1 Kg.
6. Sugar 2 kg.
7. Tea 500 gm.
8. Refined Oil 3 liter
9. Mirchi Powder 100g.
10. Dhaniya Powder 100g
11. Haldi Powder 100g
12. Salt 1kg

Aaeiye Guraba, Masakeen, Bewa, Yateem Logon Ke Liye Taaun Karen.

ICICI BANK : Account Name : ILM FOUNDATION (Savings),
Account No. : 102801002071 | IFSC : ICIC0001028,
Branch : Andheri link Road Mumbai,

Donate Karne Ke Baad is No 8291063785 Par Screenshot Zaroor WhatsApp Karen Taaki Aapke is Taaun Ko Ration Fund Mein Kharch Kiya Jaaye. جزاك الله خيرا

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noor Jahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | islamsmessage | iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

الحمد للہ

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کا (اسلامی کلینڈر ۲۰۲۵ء) منظر عام پر آچکا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کی قرآنی دعاؤں،
انبیاء علیہم السلام کا مختصر تعارف، نمازوں کے اوقات، اسلامی سن ہجری تاریخ، ودیگر اسلامی معلومات پر مشتمل ہے۔

Calander Order Karne Ke liye Contact Karen کلینڈر حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔

9773112909 | 8080807836 | 7045788254

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Managed by : **ILM Foundation**

Islamic Information Centre

Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post

Printed, Published & Owned By : Saad Khalid Patel | Printed at: Ravi Printers, G/22, Shalimar Industrial Estate, Matunga Laber Camp, Matunga, Mumbai-400019, Published at :106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor : Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile : 8657458182